صرف احباب جماعت کی تعلیم وتربیت کے لیے

مدیر: مدثر عزیز
قیمت فی پرچہ -/5 یورو
فون: +49-308735703
Email: generalsecretaryaaiil@gmail.com

احمدیہ انجمن لاہور (جرمنی) کی خصوصیات

- آنحضرت ﷺ کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا، نہ نیا نہ پرانا۔
- قرآن کریم کی کوئی آیت بھی منسوخ نہیں نہ آئندہ ہوگی۔
- سب صحابہ اور آئمہ قابل احترام ہیں۔
- سب مجددوں کا ماننا ضروری ہے۔
- کوئی کلمہ گو کافر نہیں۔

جلد نمبر 02 | 3 رجب المرجب تا 3 شعبان 1438 ہجری یکم اپریل تا 30 اپریل 2017ء | شمارہ نمبر 8-7

ارشادات حضرت مرزا غلام احمد قادیانیؒ (مجدد صد چہاردہم)

توبہ ایک موت کو چاہتی ہے

توبہ اس حالت کا نام ہے کہ انسان اپنے معاصی سے جن سے اس کے تعلقات بڑھے ہوئے ہیں۔ اور اس نے اپنا وطن انہیں مقرر کرلیا ہے گویا کہ گناہ میں اس نے بود و باش مقرر کرلی ہوئی ہے۔ اس وطن کو چھوڑنا اور رجوع کے معنے پاکیزگی کو اختیار کرنا۔ اب وطن کو چھوڑنا بڑا گراں گذرتا ہے اور ہزاروں تکلیفیں ہوتی ہیں۔ ایک گھر جب انسان چھوڑتا ہے تو کس قدر اس کو تکلیف ہوتی ہے اور وطن کو چھوڑنے میں تو اس کو سب یار دوستوں سے قطع تعلق کرنا پڑتا ہے اور سب چیزوں کو مثل چارپائی، فرش، و ہمسائے، وہ گلیاں کوچے، بازار سب چھوڑ چھاڑ کر ایک نئے ملک میں جانا پڑتا ہے یعنی اس (سابقہ) وطن میں کبھی نہیں آتا۔ اس کا نام توبہ ہے۔ مصیبت کے دوست اور ہوتے ہیں اور تقویٰ کے دوست اور۔ اس تبدیلی کو صوفیا نے موت کہا ہے۔ جو توبہ کرتا ہے، اسے بڑا حرج اُٹھانا پڑتا ہے اور سچی توبہ کے وقت بڑے بڑے حرج اس کے سامنے آتے ہیں اور اللہ تعالیٰ رحیم و کریم ہے وہ جب تک اس کل کا نعم البدل عطا نہ فرماوے، نہیں مارتا (یقیناً اللہ تعالیٰ توبہ کرنے والوں سے محبت کرتا ہے) میں یہی ارشارہ ہے کہ وہ توبہ کرکے غریب بے کس ہو جاتا ہے، اس لئے اللہ تعالیٰ اس سے محبت اور پیار کرتا ہے اور اسے نیکوں کی جماعت میں داخل کرتا ہے۔ (ملفوظات جلد اول ص ۲)

☆☆☆☆

اداریہ

تکفیر المسلمین وحدت امت کی راہ کا پتھر

تکفیر المسلمین آج مسلم دنیا کا سب سے بڑا مسئلہ ہے۔ جو ایک زہر قاتل سے بڑھ کر ہلاکت وقار اسلام کی خاصیت رکھتا ہے لیکن افسوس اس بات پر کہ مسلمان اس کی نقصان دہ تاثیر سے بے خبر اپنی ذاتی اغراض اور وقتی فوائد کی خاطر اسے اسلام کے رگ و ریشے میں اتارنے پر تلے ہوئے ہیں۔ ہر فرقہ دوسرے فرقے کو کافر کہنے اور دائرہ اسلام سے خارج کرنے کے در پے ہے۔ چھوٹے چھوٹے اختلافات کو بنیاد بنا کر افراد اور جماعتوں پر کفر کے فتوے لگائے جا رہے ہیں اور اس کام کو نہ صرف خدمت اسلام بلکہ عین اسلام سمجھا جا رہا ہے۔ اسلامی ممالک دوسرے اسلامی ممالک کو نظریاتی اختلافات کی بنیاد پر کفر کے فتوے دیئے بیٹھے ہیں۔ جس سے آج عالم اسلام کے درمیان جنگ و جدل کی فضا پیدا ہوتی جا رہی ہے۔ اگر تحقیقی نظر سے اسلام کے تمام مسالک کی تعلیمات پر نظر ڈالی جائے تو یہ بات بالکل واضح ہو جاتی ہے کہ ان مسالک کی اساس اور بنیاد ایک ہے۔ تمام کے تمام ایک خدا، ایک رسولؐ اور ایک کتاب کو ماننے والے ہیں۔ مگر معمولی نظریات کے اختلاف کی بنیاد پر ایک دوسرے کو کافر کہنے میں مصروف عمل ہیں لیکن ان سب حالات کے درمیان ایک خوش آئند بات یہ ہے کہ تکفیر المسلین کے خلاف جو آواز آج سے تقریباً 100 سال پہلے جماعت احمدیہ لاہور نے اٹھائی تھی اور جس کا یہ جماعت مسلسل پرچار کرتی رہی، اس آواز پر آئین و قانون کے رکھوالوں نے تو پابندی لگوا دی اور تکفیر المسلمین کی اس مخالف جماعت کو ہی تکفیر کے نشتر سے ایک بہت بڑا گھاؤ دے دیا مگر خدا کے فضل سے آج وہ وقت آ گیا ہے کہ اسلامی دنیا کا بیدار اور ترقی پسند ذہن انہی خطوط پر آگے بڑھ رہا ہے جس کی بنیاد جماعت احمدیہ لاہور نے رکھی تھی کہ اگر اسلام کو فعال اور موثر قوت کی حیثیت سے زندہ رکھنا ہے اور مسلمان ممالک مسلمان رہتے ہوئے اپنی تقدیر بنانے کے خواہش مند ہیں تو اسلام کو اس مرحلہ سے لازماً گزرنا ہوگا کہ ان میں فرقوں کی بجائے امت واحدہ کا تصور اجاگر ہو اور مسلمان ہونے سے مراد کسی خاص مذہبی فرقے یا فقہی مسلک سے متعلق ہونا نہ ہو بلکہ قرآن وسنت کو اسلام کی اساس اور نبی کریم صلعم کی ختم نبوت کو ماننے والا ہر شخص مسلمان ہوگا۔ اس کی مثالوں میں سے ایک نام محترم ڈاکٹر جاوید احمد غامدی صاحب کا ہے جو کہ ایک انتہائی دُور رس اور علوم اسلامی سے کما حقہ واقفیت رکھنے والی شخصیت کے حامل فرد ہیں۔ ان کا ماہانہ اشراق کے اسی ماہ کے شمارہ میں ''مسلمانوں کی تکفیر'' کے متعلق احادیث سے رد اور اس کے ساتھ ساتھ حالیہ دور میں شائع ہونے والے مختلف اخبارات کے کالم اس بات کی غمازی کر رہے ہیں کہ امت کے فہمیدہ افراد کو اس جانب قدم اٹھانا پڑ رہا ہے کہ تکفیر المسلمین مسلمانوں کی وحدت کے لئے ایک سنگین خطرہ ہے۔ آج کے یہ اہل علم مفکرین مجبوراً اس بات کی طرف متوجہ ہو رہے ہیں جس کو 100 سال پہلے جماعت احمدیہ لاہور کے اکابرین نے قرآن وسنت سے کشید کر کے مسلمانوں کی رواداری اور وحدت کی راہ میں حائل پتھر اور مسلمانوں کی تباہی کا اصل سبب قرار دیا تھا۔ قرآن وسنت کی روشنی میں یہ جماعت واضح کر چکی کہ جس میں ظاہری نشان مسلمانی کے ہوں اس کو ہرگز ہرگز کافر قرار نہیں دیا جا سکتا۔ تکفیر المسلمین کو مخبر صادق حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے قتل المسلمین کے متوازی قرار دیا ہے۔ اگر آج بھی مسلمان اپنی شوکت رفتہ کی بحالی چاہتے ہیں تو انہیں اس تکفیر کے اندھے گڑھے سے نکلنے کی کوشش کرنا ہوگی۔ یہی وہ علاج ہے جو مسلمانوں کی وحدت کو دوبارہ قائم کر سکتا اور مسلمانوں کو ترقی کی جانب گامزن کر سکتا ہے۔ مسلمانوں کو اس جانب متوجہ ہونا ہی ہوگا کیونکہ اس کے بغیر کوئی اور چارہ نہیں کہ مسلمان ان مسائل سے نکل سکیں۔

☆☆☆☆

تقریر برموقع دورہ سنگاپور

فرمودہ حضرت امیر ڈاکٹر عبدالکریم سعید پاشا صاحب ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز

مورخہ 15اپریل2017ء

''اللہ بے انتہا رحم والے، بار بار رحم کرنے والے کے نام سے

''سب تعریف اللہ کے لئے ہے (تمام) جہانوں کے رب، بے انتہا رحم والے، بار بار رحم کرنے والے، جزا کے وقت کے مالک (کے لئے) ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور تجھ ہی سے مدد مانگتے ہیں تو ہم کو سیدھے رستے پر چلا، اُن لوگوں کے رستے (پر) جن پر تُو نے انعام کیا نہ اُن کے جن پر غضب ہوا اور نہ گمراہوں کے'' (سورۃ الفاتحہ)

ترجمہ: ''اے لوگو! اپنے رب کی عبادت کرو جس نے تمہیں پیدا کیا اور انہیں جو تم سے پہلے تھے تاکہ تم متقی ہو جاؤ۔ وہ جس نے زمین کو تمہارے لئے فرش بنایا اور آسمان کو عمارت اور اوپر سے پانی اتارا۔ پھر اس کے ساتھ تمہارے لئے پھلوں سے رزق نکالا۔ پس تم اللہ کے ہمسر نہ ٹھہراؤ اور تم جانتے ہو۔'' (سورۃ البقرہ آیت 21.22)

مجھے بے حد خوشی ہو رہی ہے کہ آپ سے تین سال بعد پھر سے ملاقات ہو رہی ہے۔ کچھ لوگوں سے میں پہلے مل چکا ہوں اور نئے شامل ہونے والوں کو میں خوش آمدید کہتا ہوں۔ پچھلے دس دنوں سے میں انڈونیشیاء کا دورہ کر رہا تھا اور کل سنگاپور میں شوکت علی صاحب کے ہمراہ (جو ایشیاء پیسفک Pacific کی جماعتوں کے انجمن کی جانب سے نمائندہ مقرر ہیں) پہنچا۔

آپ کے علم بڑھانے اور مختلف دینی پہلوؤں کے متعلق معلومات حاصل کرنے کے شوق کی میں قدر کرتا ہوں۔ کل جکارتہ سے روانہ ہونے سے پہلے میں ائیرپورٹ پر شوکت علی صاحب کے ہمراہ تھا جہاں عبدالغفار صاحب کی خواہش کہ میں ''قدرت کے پہلو جو قرآن میں آئے ہیں'' ان پر اظہار خیال کروں۔ چونکہ عبدالغفار صاحب کی وساطت سے ہی آج کی تقریب ممکن ہوئی ہے۔ ان کی خواہش کو میں اپنی تقریر میں ضرور زیر غور رکھوں گا لیکن اس میں اپنی خواہش اور سنگاپور کے دورہ کا مقصد بھی شامل کروں گا۔

الحمدللہ کا مفہوم

آج کی تقریر میں سب سے پہلے میں نے سورۃ الفاتحہ اور اس کے بعد سورۃ البقرہ کی آیات 21 اور 22 تلاوت کیں۔ قرآن کا آغاز الحمدللہ سے ہوتا ہے۔ جس کا مفہوم شکر ادا کرنے یا تعریف کرنے کے ہیں۔ یہ شکر اللہ تعالیٰ کی طرف سے انسان کی ہدایت کے لئے رسولوں کی بعثت جس کا سلسلہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت پر قطعی ختم ہو گیا۔ اس کے علاوہ قرآن جیسے ہدایت نامہ کے نزول کا شکر جو تا قیامت اللہ کی آخری ہدایت اور کتاب رہے گی۔ شکر کا لفظ روزمرہ زندگی میں استعمال ہونے والا تعریف کا اظہار نہیں کیونکہ تعریف تو کسی کو خوش کرنے یا کوئی مقصد حاصل کرنے کے لئے کی جاتی ہے۔ ہم روزمرہ زندگی میں مشاہدہ کرتے ہیں کہ کسی سے فائدہ اُٹھانے کے لئے بھی کیا کیا تعریفوں کے پل باندھے جاتے ہیں۔

حضرت مرزا غلام احمد قادیانیؒ نے تعریف کا مفہوم یوں بیان کیا ہے کہ کسی ایسی ہستی کی تعریف کی جائے جو واقعی تعریف کے لائق ہو اور اس میں تعریف کرنے والے کے دل میں سوائے اس ہستی کے حمد کرنے کے اور کوئی ذاتی خواہش نہ ہو۔ یہ ہستی صرف اور صرف اللہ تعالیٰ ہی کی ہے جو تمام صفات کا

مالک اور تمام تعریفوں کے قابل ہے۔

شکر گزاری اور تعریف کے علاوہ الحمد اللہ کا تیسرا مفہوم اس کی رضا کے آگے سر جھکا دینا اور اس کے فیصلوں کو قبول کر لینا بھی ہے اللہ کی مرضی کی وجہ سے فائدہ ہو تو بھی الحمد اللہ کہنا اور اگر نقصان ہو تو بھی الحمد اللہ کہنا اور اس چیز کا احساس رکھنا کہ جو بھی اللہ کی طرف سے انسان کو پیش آئے وہ اس کی بہتری کے لئے ہو رہا ہے۔ ہم جو تعریف کر رہے ہیں وہ رب العالمین کی کر رہے ہیں۔

رب العالمین کا مفہوم

جس مضمون پر مجھے اظہار خیال کرنے کو کہا گیا ہے اس کی تمہید میں یوں بیان کرتا ہوں کہ قرآن کریم میں خدا تعالیٰ کی ہستی رب العالمین بیان کی گئی ہے اور یوں قرآن کے شروع ہی میں رب العالمین کہہ کر انسان کی توجہ خدا تعالیٰ کی تخلیق اور ربوبیت کی طرف مبذول کروائی گئی ہے۔ رب العالمین ایسی اصطلاح ہے جس میں تمام کائنات شامل ہو جاتی ہے۔ ایک چھوٹے سے خلیہ سے لے کر تمام عالمین اس میں شامل ہو جاتے ہیں۔ چاہے وہ انسان ہوں، حیوانات ہوں، نباتات ہوں یا اللہ تعالیٰ کی تخلیق کردہ تمام کائنات اور اُس میں شامل سب چیزیں ہوں۔ یہ بھی واضح ہو جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کسی ایک رنگ، نسل، قوم، فرقہ، مذہب کا رب نہیں، صرف نباتات یا حیوانات کا رب نہیں، بلکہ جو چیز اس نے تخلیق کی اس کا بھی رب ہے۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئی کے مطابق جہاں یہودیوں میں 72 فرقے ہیں وہاں اسلام 73 فرقوں میں بٹ جانے کا ذکر بھی ہے اور ہر فرقہ اپنے تئیں بہترین سمجھنے کا بھی ذکر ہے۔ آج کے دور میں ہر فرقہ اپنے آپ کو بہترین تصور کرتا ہے اور یہاں تک کہ دوسروں کو کافر کہنے اور بموں سے اُڑا دینے کو بھی کارِ ثواب سمجھا جاتا ہے۔

قرآن میں کہیں بھی رب المسلمین اور رب المومنین کا ذکر نہیں آیا۔ قرآن کے نزول کے زمانہ میں ہم تصور کر سکتے ہیں کہ رب العالمین کا تصور کتنا محدود ہوگا، کچھ کے لئے مکہ مدینہ اس کے گرد و نواح کے مقامات جن کے اوپر آسمان جس میں چاند، سورج اور ستارے قائم ہیں اور جیسے جیسے سفر کی سہولتیں مہیا ہوتی گئیں تو یہ تصور بھی بڑھتا گیا۔ اُس زمانہ میں سفر کے ذرائع صرف اونٹ اور کشتیاں تھیں۔ قرآن میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

ترجمہ: ''اور اسی کی کشتیاں ہیں جو سمندر میں پہاڑوں کی طرح اُٹھی ہوئی ہیں۔'' (سورۃ الرحمٰن آیت 24)

اگر ہم غور کریں تو اس وقت ایسی کونسی کشتیاں ہوں گی جن کی تشبیہہ پہاڑوں سے دی جا رہی ہے۔ آج اگر ہم دیکھیں تو بہت بڑی کشتی ٹائیٹینک Titanic بنائی گئی جس کے متعلق دعویٰ کیا گیا کہ یہ کبھی نہ ڈوبنے والی کشتی ہے۔ اُس کی ساخت اُس وقت پہاڑ کی مانند نظر آتی تھی مگر اس انسانی دعویٰ کو اللہ تعالیٰ نے غلط ثابت کیا اور ایک پہاڑ نما برف کے تودے کے ساتھ ٹکرا کر تباہ کر دیا۔ اس صدی میں اگر ہم اس Titanic جہاز کا مقابلہ کوئین الزبت 2 لائنر کے ساتھ کریں تو اس کو یوں تصور کریں کہ جیسے اس دفتر کی میز پر اس کتاب کے مقابلہ میں باقی کی میز کھڑی کر دی جائے۔ یہ واقعی پہاڑ نما کشتی ہے اور آگے نہ جانے کیسی کیسی کشتیاں سمندر میں نظر آئیں گی۔

انسان کو اللہ تعالیٰ نے اشرف المخلوقات بنایا ہے اور اس کو عالمین کا علم حاصل کرنے کے لئے دماغ اور تمام ذرائع عطا فرمائے ہیں۔ آج کے دور میں انسان خلاء میں دور دور تک سائنسی تحقیقات بھی کر رہا ہے اور خلاء میں سفر بھی ممکن بنا لیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

ترجمہ: ''اے جنوں اور انسانوں کے گروہ اگر تمہیں طاقت ہے کہ آسمانوں اور زمین کے کناروں سے نکل جاؤ، تو نکل جاؤ۔ تم نہیں نکل سکتے، مگر غلبہ کے ساتھ۔'' (سورۃ الرحمٰن آیت 34)

چاند پر انسان نے جب قدم رکھا تو اس آیت کی محدود سی تشریح کرنے کے بعد چند علماء کرام نے یہ یقین کرنے سے انکار کر دیا کہ یہ ممکن ہو چکا ہے۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ نے جہاں فرمایا ''**تم نہیں نکل سکتے**'' وہاں فوراً یہ بھی کہا ''مگر غلبہ کے ساتھ'' ایک طریقہ سے راہ دکھا دی کہ کیسے Force of gravity پر

آئندہ آنے والے زمانوں میں نکل جانا ممکن ہو جائے گا۔

قدرت میں ربوبیت کا مظاہرہ

آج خلاء میں انسانی تحقیقات جاری ہیں اور اللہ تعالیٰ کی ربوبیت کی شان روز بروز واضح ہو رہی ہے۔ رب کا مفہوم تدریجاً بتدریجاً کسی چیز کو کم تر حالت سے اس کی اعلیٰ حالت تک لے جانا ہے۔ سائنسی تحقیق کے مطابق ابھی کائنات بڑھتی جا رہی ہے بلکہ آج کل Multi universe یعنی متعدد عالمین کا تصور پیش ہو رہا ہے اور غور کیا جائے تو قرآن میں رب العالمین میں جمع کا صیغہ ہی استعمال ہوا ہے۔

دین کی اصلی غرض انسان کو خدا شناس بنانا ہے۔ یہاں تک کہ بندہ انسان کو روحانی آنکھ سے دیکھ سکے۔ اس کا قرب محسوس کر سکے اور اس کا دوست کہلانے کے قابل بن جائے۔ اگر روحانی طور پر اللہ کو دیکھنا ممکن نہ ہوتا تو پھر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کیوں فرماتے کہ **نماز ادا کرو کہ جیسے تم اللہ کو دیکھ رہے ہو۔ یہ اس بات کا ثبوت ہے کہ روحانی آنکھ سے اللہ کو دیکھنا ممکن ہے۔**

عبادت کا مفہوم

سورۃ البقرہ کی پہلی تلاوت شدہ آیت میں قرآن کا پہلا حکم **"اے لوگو! اللہ کی عبادت کرو"** آتا ہے۔ **عبادت کا مفہوم سمجھنا بہت ضروری ہے۔** اس کا مطلب صرف پانچ نمازیں ادا کر لینا یا روزے رکھ لینا ہی نہیں بلکہ **ایسی زندگی بسر کرنا ہے جس میں انسان کا ہر فعل اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کے لئے ہو نہ کہ جنت کی لالچ یا دوزخ کے ڈر سے۔** عربی میں عبد، عبدیت، عبادت کی جڑ ع۔ب۔ د ہے۔ عبد ایک ریگستان میں اُگنے والے پھول کا نام ہے، جس کی خوشبو اُونٹ کو اپنی طرف مائل کرتی ہے اور وہ اس کو کھاتا ہے۔ اس کے اندر ایسے اجزاء پائے جاتے ہیں جن کی وجہ سے اونٹ کو شدید پیاس لگتی ہے اور وہ 100 سے 150 لیٹر تک پانی پی جاتا ہے اور یہ سب پانی اس کے کوہان میں ذخیرہ ہو جاتا ہے اور یہی اس کے لئے ریگستان کے گرم اور لمبے سفر کو ممکن بناتا ہے۔

عبد بننے کے لئے بھی اپنے اندر وہ پیاس پیدا کرنی پڑتی ہے کہ اللہ کی محبت انتہاء تک پہنچ جائے اور عبادات کا انسان پر وہ اثر ہو کہ اس کی اللہ سے محبت کی پیاس سیر نہ ہو سکے اور وہ اس سفر کو جس کو صراط المستقیم کہتے ہیں طے کر سکے حتیٰ کہ وہ اپنی منزل مقصود یعنی اللہ کی دوستی حاصل کرے۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کہ: "عبادت کرو اپنے رب کی۔" اس حکم پر عمل کرنا ہر انسان کی تخلیق کا مقصد ہے۔ جیسے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن میں فرمایا کہ **"اور میں نے جنوں اور انسانوں کو پیدا نہیں کیا مگر اس لئے کہ وہ میری عبادت کریں۔" (51:56)**

عبادات اور قدرت کا تعلق

پہلی آیت میں عبادت کے ذکر کے بعد دوسری آیت میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا **"وہ جس نے زمین کو تمہارے لئے فرش بنایا اور آسمان کو عمارت اور اوپر سے پانی اُتارا پھر اس کے ساتھ تمہارے لئے پھلوں سے رزق نکالا۔"**

اس آیت میں قدرت کی طرف اشارہ ہے لہذا عبادت اور مشاہدات قدرت کا لازم جوڑ ہے۔ کسی شاہپارے سے ہی شاہکار کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔ اس لئے قرآن میں متعدد مقامات پر قدرت کا مشاہدہ کرنے کی طرف توجہ دلائی گئی ہے۔ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے آسمان، زمین، بارش، نباتات کے اُگنے کا ذکر کر کے اس رحمت جو وہ انسانوں کے لئے نازل فرماتا ہے اور پھر اس کی وجہ سے ان کے دلوں کو زرخیز زمین کی طرح بناتے ہوئے اس کے پھل اُگاتا ہے جو اس کی روحانی نشوونما کا ذریعہ بنتے ہیں۔ یہ روحانی بارش انبیاء علیہ السلام کے ذریعہ کتب اور صحیفوں کے نزول کے ذریعہ ہوتی رہی اور اللہ تعالیٰ کی طرف انسانوں کی توجہ دلاتی رہی۔

ہر مسلمان پر فرض ٹھہرتا ہے کہ وہ اللہ پر ایمان لائے جس کا مطلب ہے کہ وہ قرآن کریم کے ہر حکم پر عمل کرے اور لا الہ الا اللہ پر مکمل یقین رکھے اور اسی طرح احادیث نبویؐ پر عمل کرے کیونکہ جہاں کلمہ طیبہ میں لا الہ الا اللہ آتا ہے

ساتھ ہی محمد رسول اللہ بھی شامل ہے۔ یہ واضح رہے کہ وہ حدیث قرآن کی تعلیم کے مطابق ہو۔ قرآن ''لاریب'' کتاب ہے لیکن بعض احادیث کیونکہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد مرتب ہوئیں۔ ان میں انسانی یاداشت کی محدودیت ممکن ہوتی ہے۔ قرآن کریم میں 700 کے قریب احکامات آئے ہیں اور حضرت مرزا غلام احمد قادیانیؑ نے اپنی کتاب ''کشتی نوح'' میں فرمایا ہے کہ ان میں سے ایک پر بھی نہ عمل کرنے سے انسان کا ایمان کمزور ہو جاتا ہے۔

جناب عبدالغفار صاحب نے جو آیت میری تقریر سے پہلے تلاوت فرمائی وہ سورۃ الحشر کی آیت ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ:

''اگر ہم اس قرآن کو پہاڑ پر اتارتے تو تُو اسے اللہ کے خوف سے گرا ہوا پھٹا ہوا دیکھتا۔ اور یہ مثالیں ہم لوگوں کے لئے بیان کرتے ہیں تاکہ وہ فکر کریں۔'' (سورۃ الحشر آیت 21)

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے خود واضح کر دیا کہ یہ مثال ہے یعنی قدرتی مشاہدات کو بیان کر دیا تاکہ انسان ان پر غور و فکر کرے۔ قرآن کا مقصد پہاڑوں کو گرانا نہیں بلکہ سخت دل لوگوں کے اندر اللہ کا خوف پیدا کرنا اور ان کو اللہ کے احکامات پر چلانا ہے۔ سخت دل لوگوں کو پہاڑ سے تشبیہ دی گئی ہے۔

قلب کا مفہوم

قرآن کریم کا نزول رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے قلب مبارک پر ہوا۔ قلب کا عموماً معنی دل کیا جاتا ہے لیکن سائنس کی تحقیق کی روشنی میں میرے خیال میں قلب دل کا وہ حصہ ہے جس کو سائنس دان Little Brain in the heart یعنی دل میں چھوٹا سا دماغ کہتے ہیں۔ آج کی تحقیق کے مطابق انسانی دل میں 60 ہزار نیورون پائے جاتے ہیں جن میں سوچ اور دماغ کے ساتھ رابطہ رکھنے کی صلاحیت موجود ہوتی ہے۔ ہر نیک خیال بھی انسان کے دل سے اُٹھتا ہے اور بعد میں دماغ کے ساتھ سوچنے کے نتیجہ میں انسان اچھا یا بُرا فیصلہ کرتا ہے۔ مشاہدہ ہے کہ پہلا خیال ہمیشہ نیکی کی طرف مائل کرتا ہے۔

اللہ تعالیٰ قرآن کریم کی سورۃ الشعراء آیت 192 تا 195 میں فرماتا ہے:

ترجمہ: ''اور یہ جہانوں کے رب کی طرف سے اُتارا ہوا ہے۔ جبرائیل امین اسے لے کر اترا ہے تیرے دل پر، تاکہ تو ڈرانے والوں میں سے ہو۔ کھول کر بیان کرنے والی عربی زبان میں''۔

قرآن کریم کے یہ پُر حکمت الفاظ کتنے حیران کن ہیں کہ قرآن وہ واحد آسمانی صحیفہ ہے جو اپنے اندر اپنا تمام تعارف رکھتا ہے یعنی کہ کس نے نازل کیا؟ کون لے کر آیا؟ کس کے قلب پر نازل ہوا؟ کیا مقصد لے کر آیا اور کس زبان میں اُتارا گیا؟ قرآن کے علاوہ کوئی ایسی کتاب نہیں جو اس تفسیر سے اپنا تعارف کروائے بلکہ بائبل میں تو بائبل کا نام تک نہیں پایا جاتا۔

قرآن میں بار بار اس کتاب کا ذکر آیا ہے اور یہ مشاہدہ ہے کہ تقریباً تمام حروف مقطعات کے بعد قرآن کریم کا ذکر آتا ہے مثلاً آلمّ ، ذالک الکتاب لاریب ..، طٰہٰ ماانزل علیک القرآن ..، یٰسٓ والقرآن الحکیم ...وغیرہ

قرآن کریم کا پہاڑ پر نازل ہونے کا مفہوم

قرآن کریم کے متعلق مثال کے طور پر آتا ہے کہ اگر ہم اس قرآن کو پہاڑ پر اتارتے تو تُو اسے اللہ کے خوف سے گرا ہوا پھٹا ہوا دیکھتا۔ میں جب جوانی میں اس آیت کو پڑھتا تھا تو میرے دل میں اکثر یہ خیال گزرتا کہ قرآن جس کے پہاڑ پر نزول سے پہاڑ پھٹ جائے وہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے قلب پر نازل ہوا تو اس سے رسول کریم صلعم کے دل کی روحانی طاقت کا اندازہ ہوسکتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے 23 سال نزول القرآن کو اپنے قلب پر برداشت کیا۔

دوسرا مفہوم یہ بنتا ہے کہ قرآن تمہارے لئے اُتارا گیا ہے تو پھر کیا وجہ ہے کہ جب پہاڑ پر اس کا اتنا بڑا خوف ظاہر ہے تو پھر تمہارے دلوں پر اس کا اثر کیوں نہیں ہوتا؟ قرآن کا جو اثر دلوں پر ہوتا ہے اس کے متعلق اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ:

ترجمہ:''اللہ تعالیٰ نے بہترین کلام اتارا ہے (یعنی) کتاب جس کی باتیں ملتی جلتی دوہرائی گئی ہیں۔اس سے ان لوگوں کے دل کانپ اٹھتے ہیں جو اپنے رب سے ڈرتے ہیں۔پھران کے بدن اوران کے دل اللہ تعالیٰ کے ذکر کے لئے نرم ہوجاتے ہیں۔اس کے برعکس جولوگ مسلسل خدا کی نافرمانی کرتے رہتے ہیں ان کی مثال بیان کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

ترجمہ:''پھر تمہارے دل اس کے بعد سخت ہوگئے،سووہ پتھروں کی طرح ہیں بلکہ سختی میں اس سے بھی بڑھ کر،اور یقیناً پتھروں میں ایسے بھی ہیں جن سے نہریں بہتی ہیں اور بے شک ان میں ایسے بھی ہیں جو پھٹتے ہیں تو ان میں سے پانی نکلتا ہے اور بے شک ان میں ایسے بھی ہیں جو اللہ کے خوف سے گر جاتے ہیں۔۔۔(سورۃ البقرہ آیت74)''

قدرت کے متعلق قرآن کی اس مثال میں یہ بتایا جارہا ہے کہ انسان کا دل چاہے پتھر سے بھی سخت ہوجائے پھر بھی اللہ کے رجوع کا راستہ کھلا رہتا ہے۔جب انسان اللہ کی طرف رجوع کرے تو وہی دنیا کے لئے نہروں کی طرح سودمند بن جاتا ہے اور وہی اللہ کی عبادت میں اپنے آپ کو لگا دے اوراس کی آنکھوں میں سے پانی پھوٹ پڑے تو اس کی توجہ قبول کی جاتی ہے اور جوں جوں اللہ تعالیٰ کا خوف انسان کے دل میں بیٹھتا ہے توں توں وہ اللہ کے آگے جھکتا جاتا ہے اوراس کے خوف میں سربسجود رکھتے ہوئے قرب الٰہی حاصل کرتا ہے۔

تمام قدرتی مشاہدات جن کی مثال قرآن میں دی جاتی ہے۔وہ ایسی چیزیں ہوتی ہیں جو انسان اپنی آنکھوں سے دیکھ سکے،کانوں سے سن سکے یا اپنے باقی اعصاب سے محسوس کرسکے۔قرآن کتاب ہدایت ہے اور اللہ تعالیٰ کے قدرتی مشاہدات نہ صرف انسان کی ہدایت کا ذریعہ بنتے ہیں بلکہ ان ہی کے ذریعہ اللہ تعالیٰ اپنی ربوبیت اور خالقیت کا تصور بھی پیش کرتا ہے۔(جاری ہے)

ارشادات حضرت مسیح موعود علیہ السلام

اُن دوستوں کے لئے جوسلسلہ بیعت میں داخل ہیں

''اے میرے دوستو جو میرے سلسلہ بیعت میں داخل ہو خدا ہمیں اور تمہیں ان باتوں کی توفیق دے جن سے وہ راضی ہوجائے۔آج تم تھوڑے ہو اور تحقیر کی نظر سے دیکھے گئے ہو اور ایک ابتلاء کا وقت تم پر ہے۔اس سنت اللہ کے موافق جو قدیم سے جاری ہے ہر طرف سے کوشش ہوگی کہ تم ٹھوکر کھاؤ اور تم ہر طرح سے ستائے جاؤ گے اور طرح طرح کی باتیں تمہیں سننی پڑیں گی اور ہر ایک جو تمہیں زبان یا ہاتھ سے دُکھ دے گا وہ خیال کرے گا کہ اسلام کی حمایت کررہا ہے اور کچھ آسمانی ابتلاء بھی تم پر آئیں گے تا تم ہر طرح سے آزمائے جاؤ سوتم اس وقت سن رکھو کہ تمہارے فتح منداور غالب ہوجانے کی یہ راہ نہیں کہ تم اپنی خشک منطق سے کام لو یا تمسخر کے مقابل پر تمسخر کی باتیں کرو یا گالی کے مقابل پر گالی دو۔کیونکہ اگر تم نے یہی راہیں اختیار کیں تو تمہارے دل سخت ہوجائیں گے اور تم میں صرف باتیں ہی باتیں ہوں گی جن سے خدا تعالیٰ نفرت کرتا ہے اور کراہت کی نظر سے دیکھتا ہے سوتم ایسا نہ کرو کہ اپنے پر دو لعنتیں جمع کرلو ایک خلقت کی اور دوسری خدا کی بھی۔

یقیناً یاد رکھو کہ لوگوں کی لعنت اگر خدا تعالیٰ کی لعنت ساتھ نہ ہو کچھ بھی چیز نہیں اگر خدا ہمیں نابود نہ کرنا چاہے تو ہم کسی سے نابود نہیں ہوسکتے لیکن اگر وہی ہمارا دشمن ہوجائے تو کوئی پناہ نہیں دے سکتا ہم کیونکر خدا تعالیٰ کو راضی کریں وہ ہمارے ساتھ ہو اس کا اس نے مجھے بار بار یہی جواب دیا کہ تقویٰ سے۔سواے میرے پیارے بھائیو کوشش کرو تا متقی بن جاؤ بغیر عمل کے سب باتیں ہیچ ہیں اور بغیر اخلاص کے کوئی عمل مقبول نہیں۔سو تقویٰ یہی ہے کہ ان تمام نقصانوں سے بچ کر خدا تعالیٰ کی طرف قدم اٹھاؤ اور پرہیزگاری کی باریک راہوں کی رعایت رکھو۔''(ازالہ اوہام ص825-827)

☆☆☆☆

اسلام میں تصوف کا مقام

ڈاکٹر بشارت احمد مرحوم و مغفور

اسلامی تصوف کے متعلق غلط فہمیاں

اسلامی تصوف کے متعلق کچھ اس قدر غلط فہمیاں پائی جاتی ہیں کہ حیرت ہو جاتی ہے جب اچھے اچھے سمجھدار لوگ یوں کہتے پائے جاتے ہیں کہ یہ کوئی سینہ بسینہ علم ہے۔ جو ظاہری شریعت کے ساتھ ساتھ چلا آ رہا ہے اور جسے در پردہ آنحضرت صلعم نے حضرت علیؓ کو سکھایا تھا اور ان سے اُمت میں اس کا سلسلہ چلا۔ حضرت علیؓ کی طرف اس کی نسبت کی وجہ یہ معلوم ہوتی ہے کہ اہلِ تصوف کے اکثر سلسلوں میں شجرۂ صوفیا کا حضرت علیؓ پر جا کر منتہی ہوتا ہے لیکن ہمارے غلطی خوردہ بزرگوں کو غالباً یہ یاد نہیں رہتا کہ بعض سلسلوں کا شجرۂ حضرت ابوبکرؓ پر جا کر ختم ہوتا ہے۔

ایک غلط عقیدہ

اس لئے یہ خیال تو غلط ٹھہرا کہ شریعت ظاہری کے علاوہ کوئی باطنی تعلیم در پردہ حضرت علیؓ کو دی گئی تھی اور جب آنحضرت صلعم کو بلغ ما انزل الیک کا صریح حکم تھا کہ جو کچھ تیری طرف نازل کیا جاتا ہے۔ وہ کھول کر لوگوں کو پہنچا دے۔ تو پھر اسے ان کا مخفی رکھنا اور در پردہ اپنے ایک رشتہ دار کو سکھانا، ان کی رسالت کے سخت منافی ہے، در پردہ تعلیم کے اس عقیدہ نے بد قسمتی سے لوگوں کو چالاکی کے لئے موقعہ دے دیا چنانچہ طریقت کے نام سے سینکڑوں بدعات انہوں نے پیدا کر کے اسلامی شریعت کے علاوہ ایک نئی شریعت بنا کر رکھ دی اور ان بدعات کے جواز کی صورت یہ بتائی جاتی ہے کہ یہ وہ علم ہے جو سینہ بسینہ چلا آیا ہے اور ظاہری شریعت کی نسبت یہ باطن کی راہیں خدا تک پہنچنے کا بہترین ذریعہ ہیں اندریں حالات بعض احباب کے ارشاد کی تعمیل میں چند سطور لکھ کر صرف یہ بتانا چاہتا ہوں کہ اسلام میں تصوف کا کیا مقام ہے۔ اس کے جاننے کے لئے سب سے بہتر طریق یہ ہے کہ قرآن کریم سے اس کا حل تلاش کیا جائے جو ماخذ ہے تمام علوم دینیہ کا۔

رسول کی تین ڈیوٹیاں

اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے: ''وہی تو خدا ہے جس نے مبعوث کیا امیوں میں انہیں میں سے رسول جو پڑھتا ہے، ان کی آیتیں اور ان کا تزکیہ کرتا ہے اور انہیں کتاب اور حکمت کی تعلیم دیتا ہے اور وہ اس سے پہلے صریح گمراہی میں تھے'' (الجمعہ) گویا نوع انسان کو گمراہی سے نکالنے کے لئے اور ہدایت دینے کے لئے جو رسول مبعوث فرمایا اس کی تین ڈیوٹیاں بتائیں۔

(۱): ایک تو لوگوں کے سامنے اللہ تعالیٰ کی آیات پڑھنا تا کہ خدا کا کلام ہر ایک خاص و عام کو پہنچ جائے۔

(۲): دوم ان کا تزکیہ کرنا یعنی اپنے فیض روحانی سے ان کے قلب کو ہر ایک قسم کی گندگی اور آلائش سے پاک کرنا جس سے ان کے باطنی قویٰ نشو و نما پائیں اور ان میں خدا کی آیات پر ایمان بڑھے اور ان کے مطابق عمل کا شوق پیش از پیش پیدا ہو۔

(۳): سوم ان کو جو خدا کی آیات پڑھ کر سنائی جاتی ہیں اور جن کا نام خدا نے کتاب رکھا ہے اور جو سراپا حکمت ہے، ان کی تعلیم قول و فعل دونوں طریق سے دے یعنی ان کی تشریح زبان اور اپنے نمونہ دونوں طریق سے کر کے دکھائے تا لوگ اس کے مطابق عمل کر سکیں۔

حضرت نبی کریم صلعم نے تینوں فرائض بوجہ احسن انجام دیئے

غرضیکہ خدا کا نبی اور رسول جو دنیا کی ہدایت کے لئے مبعوث ہوتا ہے اس

کی تین ڈیوٹیاں ہوئیں۔(۱): تلاوت آیات۔(۲): تزکیہ (۳): تعلیم کتاب و حکمت۔ ظاہر ہے کہ خدا کے رسول نے تینوں فرائض بوجہ احسن انجام دیئے۔ اس زمانہ کے لوگوں پر آیات بھی تلاوت کیں ان کا تزکیہ بھی کیا اور انہیں کتاب و حکمت کی تعلیم بھی دی نتیجہ یہ ہوا کہ وہ کامل مسلمان بن گئے اور اللہ تعالیٰ کے قرب کے تمام مراحل اور ظاہری و باطنی تمام منازل سلوک انہوں نے طے کر لیں۔ اور جس مذہب پر وہ عامل تھے اس سارے ہی کا نام شریعت اسلام تھا۔ اور وہ ان تمام ہدایات پر مشتمل تھی جو انسان کے واسطے خدا کے قرب اور رضا کے مقام کو حاصل کرنے کے لئے ضروری ہیں غرضیکہ حضرت نبی کریم صلعم نے ہدایت کی راہوں میں سے کوئی باقی نہیں چھوڑی جو اپنی امت کو علی الاعلان نہ سکھا دی ہو۔ آنحضرت صلعم کے بعد جب آپ کی امت خلیفہ یعنی وارث نبوت ہوئی تو خلافت کے ورثہ میں یہ تینوں امور آنے ضروری تھے۔

(۱): تلاوت آیات تو امت میں سے ہر ایک مسلمان کے حصہ میں آیا۔ نمازوں میں ہر ایک شخص تلاوت آیات کرتا تھا۔ ویسے بھی خواہ عالم ہو یا ایک عام آدمی قرآن پڑھنے کو ہر ایک پڑھا لکھا مسلمان اپنا سب سے پہلا فرض سمجھتا تھا یہاں تک کہ مسلمانوں میں سب سے پہلی تعلیم تلاوت قرآن کی ہی ہوتی تھی۔

(۲): تزکیہ کا ورثہ عمل اور عبادت کو چاہتا تھا۔

(۳): اور تعلیم کتاب اور حکمت کا ورثہ دین کے علم کو چاہتا تھا۔ اس لئے یہ دونوں امور ان لوگوں کے حصہ میں آئے جو دین کا علم بھی رکھتے تھے اور عابد و باعمل بھی تھے۔

خلفائے راشدین اور صحابہ کرامؓ کا طرز عمل

ابتدائے اسلام میں جن لوگوں نے آنحضرت صلعم کے فیض صحبت سے استفاضہ کیا تھا۔ وہ تینوں امور اپنی اندر رکھتے تھے۔ یعنی خلفائے راشدین اور صحابہ کرام تلاوت آیات بھی کرتے تھے اپنی پاک صحبت اور نمونہ اور فیض روحانی سے لوگوں کا تزکیہ بھی کرتے تھے اور لوگوں کو کتاب اور حکمت بھی سکھاتے تھے تابعین اور تبع تابعین تک تو یہ رنگ چل سکا۔

زمانہ عروج میں علماء کی بے عملی

آگے چل کر مسلمانوں میں سلطنت و حکومت اور دولت و حشمت نے دین کا نشہ کم کر دیا۔ اور وجاہت پسندی اور دنیوی تکلفات نے قلوب پر قبضہ کر لیا اور ہر ایک طرح کی آرائش اور زیبائش میں پڑ کر مسلمان اسلامی سادگی کو کھو بیٹھے اور اگرچہ دین بظاہر تو قائم رہا لیکن دین کی روح ان کے اعمال سے نکل گئی۔ اور وہ دنیا کے جھمیلوں میں پڑ کر خدا کو بھول گئے اور علماء جو تعلیم کتاب و حکمت اور تزکیہ کیا کرتے تھے اور ایسے نازک وقت میں جن پر بڑی بڑی توقعات تھیں کہ وہ قوم میں دین کی روح کو از سر نو پھونک کر امت مرحومہ کو نئی زندگی بخشیں گے وہ خود بے عمل ہو کر تزکیہ سے خالی ہو گئے اور ان کی تعلیم کتاب و حکمت محض لفظ پرستی اور ظاہر پرستی میں تبدیل ہو کر رہ گئی اور اصل چیز جو تزکیہ نفس ہے۔ اس سے ان کی تعلیم بے بہرہ اور محروم ہو کر رہ گئی۔ گویا تلاوت آیات اور تعلیم کتاب و حکمت تو علماء کے ذریعہ موجود تھی۔ لیکن ان کی اصل روح تزکیہ جاتی رہی ہے۔

اسلامی تصوف شریعت اسلامی سے کوئی علیحدہ چیز نہیں ہے

اس لئے ضروری ہوا کہ اللہ تعالیٰ جو اس دین کا محافظ تھا ایسے لوگوں کو مبعوث فرماتا جو صحیح معنوں میں نبوت کے وارث ہوتے اور تلاوت آیات اور تعلیم کتاب و حکمت کے ساتھ تزکیہ کے فرائض کو بھی انجام دیتے جن کی پاک صحبتوں میں بیٹھ کر انسان تمام آلائشوں اور نفس کی گندگیوں سے نجات حاصل کرتا۔ ان لوگوں کو زبان مقدس نبوی سے تو اولیا اور مجددین کا خطاب عطا ہوا تھا لیکن زمانہ کی دنیا پرستی اور نمائشی تکلفات کے مقابلہ میں ان کی اسلامی سادگی اور اخلاق فاضلہ اور دلوں کی پاکیزگی اور صفائی نے انہیں اہل صفا یا صوفیا کے لقب سے ملقب کیا اور ان کے مجاہدات و عبادات جو تزکیہ نفس کے لئے وہ بجا لاتے تھے اور عین مطابق شریعت قرآن اور سنت رسول صلعم ہوتے تھے۔ لوگوں کی اصطلاح میں تصوف کہلائے والا تصوف اسلامی شریعت سے کوئی علیحدہ چیز نہیں ہے۔

اسلامی تصوف کی بنیاد تزکیہ نفس ہے

پس اسلامی تصوف کی بنیاد تزکیہ نفس ہے جو ایک نبی مامور کے فرائض میں سے ہے وہ نہ صرف اپنا تزکیہ نفس کرتا ہے بلکہ ان لوگوں کا بھی تزکیہ کرتا ہے جو اس کی صحبت سے بھی فیض یاب ہوتے ہیں۔ جو نبی بھی آتا ہے وہ تزکیہ نفس کے لئے عبادات و مجاہدات لسانی ہوں یا قلبی، بدنی ہوں یا مالی جو ضروری ہوتے ہیں وہ سب سکھاتا ہے اور اپنے نمونہ سے سب کچھ کر کے دکھاتا ہے لیکن تزکیہ نفس کو کامل طور پر حاصل کرنے کے لئے صرف اتنا ہی کافی نہیں ہوتا کیونکہ بقول مرزا غالب:

جانتا ہوں ثواب طاعت و زہد
پر طبیعت ادھر نہیں آتی

اہل اللہ کے فیض صحبت اور توجہ باطنی کی اہمیت

دنیا کی دلکشیاں اور خواہشات و جذبات کی دلچسپیاں طبیعت کو ادھر متوجہ ہی نہیں ہونے دیتیں بلکہ غفلت اور تساہل کا پردہ اس طرح انسان کی عقل پر ڈالے رکھتی ہیں کہ عمر بیت جاتی ہے اور انسان کچھ نہیں کرتا لہذا نبی ہو یا کوئی وارث نبوت مجدد ہو یا ولی یا کوئی صاحب باطن و اہل حال تعلیم و تربیت کے فیضان کے علاوہ اس کا فیض صحبت و توجہ باطنی بھی کام کرتا ہے۔ جس سے وہ انسان میں ایک ایسی نفخ روح کرتا ہے جس سے قلب انسانی تمام گندگیوں اور آلائشوں اور دنیا کی محبت سے پاک ہو کر خدا کی محبت سے معمور ہو جاتا ہے اور اس کی عبادت میں وہ ذوق و شوق اور اعمال میں ایسا ایثار اور نفس کے ساتھ جہاد کرنے کی قوت پیدا ہو جاتی ہے جس کا معمولی حالات میں پیدا ہونا مشکل ہوتا ہے جس قدر اعلیٰ روحانیت کا مزکی ہو اسی قدر اس کی توجہ اور صحبت سے انسان پاکیزگی اور عبادات و مجاہدات کے لئے ذوق و شوق پیدا ہوتا ہے اور ترقی کرتا ہے اور اسی قدر جلد کثافت قلب دور ہو کر تقویٰ و طہارت کا رنگ پیدا ہوتا ہے اور تزکیہ نفس حاصل ہو کر انسان کمالات ظاہری و باطنی کا وارث ہو جاتا ہے۔

صحابہ کرام نے تزکیہ نفس کے تمام مراحل جس قدر طے کئے ہیں وہ تاریخ عالم میں بینظیر ہے کس طرح چند سالوں کے اندر شرک اور ہر قسم کی گندگیوں میں مبتلا قوم جو خدا سے بہت دور پڑی ہوئی تھی توحید الٰہی اور تقویٰ و طہارت کے نور سے منور ہو کر خدا کی مقرب و محبوب بن گئی۔ تزکیہ نفوس کا یہ بے نظیر مرقع دلالت کرتا ہے آنحضرت صلعم کی اس بے نظیر روحانیت پر جس کے کمال کا یہ ادنیٰ کرشمہ تھا۔ پس مجددین کاملین کے فیض روحانیت سے تزکیہ نفس کے منازل جس قدر جلد اور آسانی سے طے ہوتے ہیں وہ دوسرے زمانہ میں ناممکن ہوتے ہیں۔ تزکیہ کے لئے عبادات و مجاہدات کے طریقوں کا علم ہوتا ہے مگر ان کی طرف توجہ اور ان میں ذوق و شوق کا پیدا ہونا اکثر کسی اہل باطن کی توجہ اور فیض روحانی کو چاہتا ہے وہی عبادات اور مجاہدات جو دوسرے وقت میں بڑے تکلف سے سرزد ہوتے ہیں ایک ایک اہل اللہ کی صحبت میں رہ کر ذوق و شوق اور سرگرمی ان میں پیدا ہو جاتی ہے اور بغیر ان کے چین نہیں پڑتا اور وہی سلوک جن کے طے کرنے میں ہزار دشواریاں تھیں بہت جلد اور بآسانی تمام طے ہو جاتی ہیں اور اس طرح جس کمال پر قرآن انسان کو پہنچاتا ہے اس کو حاصل کرنے میں ایک مسلمان کے راستہ میں مشکلات، مشکلات نہیں رہتیں بلکہ وہ ہر ایک دکھ میں جو اسے خدا کی راہ میں پہنچتا ہے لذت اٹھانے لگتا ہے۔

اسلامی تصوف، تزکیہ نفس کے لئے جدو جہد کا دوسرا نام ہے

غرضیکہ اسلامی تصوف تزکیہ نفس کے لئے جدو جہد کا دوسرا نام تھا۔ جب تک مسلمانوں میں علم اور عمل ساتھ ساتھ رہا یہ ایک مومن ولی تھا۔ جیسا کہ قرآن کریم فرماتا ہے کہ واللہ ولی المومنین اور اللہ مومنوں کا ولی ہے۔ مگر جب اہل علم سے عمل اٹھ گیا اور کتاب و حکمت کے سکھانے کے مدعی خود باعمل نہ رہے۔ اور خدا کے قرب سے محروم ہو گئے تو پھر وہ لوگ جو اپنے تزکیہ نفس اور علم کے ساتھ عمل اور روحانیت کا نور رکھتے تھے وہ الگ نمایاں نظر آنے لگے۔ یہی لوگ علماء ربانی اور اولیاء اور صوفیاء کہلائے، یہی لوگ تھے جو حضرت نبی کریم صلعم کے سچے وارث تھے کیونکہ نبوت کے ورثہ کی تینوں چیزیں تلاوت آیات اللہ، تزکیہ اور تعلیم

کتاب وحکمت ان کے پاس تھیں ان کا ہر ایک قول وفعل کتاب وسنت کے مطابق اور ان کی بہترین تشریح تھا۔ رموز حقیقت سے نا آشنا علمائے ظاہر ان سے برسر پرخاش رہے اور ان پر کفر کا فتوے لگاتے رہے لیکن مشک کی خوشبو کی طرح ان لوگوں کی عزت وقبولیت دنیا میں پھیلی اور ان کے تقدس اور بزرگی کے سامنے اہل عالم کی گردنیں جھک گئیں انہوں نے دنیا کو لات ماری لیکن اہل دنیا نے انہیں عقیدت کی آنکھوں پر بٹھایا اس عزت کی ان بزرگوں کے دلوں میں کوئی خواہش نہ تھی کیونکہ انہوں نے جو کچھ کیا تھا اپنے ادائیگی فرض کے رنگ میں کیا تھا لیکن اس خدمت خلق کا نتیجہ وہ عزت تھی جو خدا نے لوگوں کے قلوب میں پیدا کردی۔

مذہبی دوکاندار

دنیا میں عزت و دولت کے خواہاں لوگوں کی کمی نہیں۔ پیسہ کمانے اور شہرت حاصل کرنے کے جہاں سینکڑوں طریق ہیں وہاں مذہبی دوکان لگانے میں بھی مطلب پرستوں کو فائدہ نظر آیا۔ صوفیاء کی عزت جو قلوب میں تھی اس سے فائدہ اٹھانے اور دنیا کمانے کے لئے ریاوفریب کی عبادت وریاضت کے ڈھونگ رچائے گئے اور بہت سے مکروزور کے مجسمے اور خباثت کے پتلے صوفی بن کر خانقاہوں میں بیٹھ گئے اور لگے لوگوں کو لوٹنے لیکن لوگوں کو بیوقوف بنانے کے لئے ایک تو ظاہری شکل وصورت میں تبدیلی کرنے کی ضرورت تھی دوسرے کچھ ہتھکنڈے دکھا کر لوگوں پر اثر ڈالنا منظور تھا۔ ظاہری شکل وصورت میں صوفیاء کی سادگی تو یہیں تک محدود تھی کہ کپڑے سادہ ہوا کرتے تھے کوئی ان میں تکلف نہ ہوتا تھا لیکن ان مکروفریب کے مجسموں نے خاص جبے صوف کے یا کمبل یا کسی موٹے کپڑے کے سبز رنگوا کر یا سیاہ کر کے بعض نے خواہ مخواہ ان میں پیوند لگا کر پہننے شروع کردیئے تا کہ لوگوں پر اثر پڑے خاص وضع اختیار کرلی آنکھیں بند ہیں ہر وقت ایک مالا پھیر رہے ہیں جس کا نام تسبیح رکھا ہوا ہے۔ آنکھیں کھولیں تو سرخ انگارے کی طرح بڑے جذبہ اور غیظ وغضب سے آنے والے پر نظر ڈالی لیکن باایں ہمہ بہت چالاک لوگوں نے یہ سمجھا کہ صرف اتنا ہی کافی نہیں اس سے بہت دیر تک دھوکا میں نہیں ڈالی جاسکتی اس لئے اس کے لئے کوئی اور تدبیر کرنی چاہیے۔

مجوسی اور ہندو فقراء کا اثر

مسلمانوں کی فتوحات نے ایران اور ہندوستان کے دروازے کھول دیئے تھے۔ مجوسیوں اور ہندوؤں میں ایسے فقراء اور جوگیوں کی کمی نہ تھی جو طرح طرح کی ریاضتوں سے اپنے باطنی قوی کو نشوونما دیتے تھے اور علم توجہ اور ارادی قوتوں سے طرح طرح کے خوارق عادت کرشمے دکھا دیتے تھے۔ جیسے آج کل کے مسمرائزر یپنوٹائزر دکھاتے ہیں۔ ان باتوں کا تزکیہ نفس سے کوئی تعلق نہ تھا۔ خدا کے قرب اور محبت اور اخلاق فاضلہ اور تہذیب نفس سے ان لوگوں کو کوئی سروکار نہ تھا۔ بلکہ ان میں سے بعض تو ان قوتوں کے نشوونما سے نہایت ناجائز فائدہ اٹھاتے اور اعمال سیئہ کے مرتکب ہوتے تھے۔ علم کی پیاس کی وجہ سے جو مسلمانوں کو لگی ہوئی تھی سینکڑوں علوم مسلمانوں میں جذب ہوکر ان کا جزو بدن بن گئے تو مجوسی مرتاض فقرا اور جوگیوں کے یہ علوم کیسے بچ سکتے تھے۔ یہ علوم جب مسلمانوں میں آئے تو صاحب کمال اور اہل حال صوفیاء نے انہیں اچھی نظروں سے نہیں دیکھا اور انہیں اصل مقصد دین سے الگ پا کر ان سے اجتناب کرنا مناسب سمجھا لیکن چھٹ بھیوں نے یعنی شہرت کے طلبگار یا نام کے صوفیوں نے اسے غنیمت سمجھا کیونکہ ان کی دکان چلنے کا یہ بہترین ذریعہ تھا۔ انہوں نے اس میں تھوڑا بہت درک حاصل کر کے اپنی دکان سجالی اور غریب مسلمانوں کو خوب لوٹا اور ان کا خون چوسا اور ان تماشوں اور شعبدوں کا ڈھول ان لوگوں نے یہاں تک پیٹا کہ اہل دنیا کی نگاہوں میں یہ باتیں تصوف قرار پاگئیں حالانکہ اسلامی تصوف کو ان باتوں سے دور کی نسبت بھی نہیں۔ تزکیہ نفس کو اس نفس پرستی سے کیا سروکار۔

مجدد زماں کا عظیم الشان کارنامہ

ہر زمانہ کے مجددین کرام اور اولیائے عظام نے ان بگلے بھگتوں کے راز کو

آشکار کرنے میں فروگذاشت نہیں کی ہر ایک بزرگ مسلمانوں کو خطرہ سے آگاہ کرتے رہے۔ ہمارے زمانہ میں خدا بھلا کرے حضرت مجدد وقت مسیح موعود حضرت مرزا غلام احمد علیہ الرحمتہ کا۔ آپ نے جہاں ظاہر پرست مولویوں کی لفظ پرستیوں اور تنگ نظریوں سے نجات دلائی وہاں ان نام نہاد صوفیوں کی عجیب و غریب بدعات اور ان کے خلاف سنت وظائف وعبادات کا پول کھول کر اہل تحقیق کو صحیح رستہ قرب الٰہی کا دکھایا۔

قرآن وسنت کے باہر کوئی راہ ہدایت نہیں

قصہ کوتاہ یہ کہ جسے آج کل غلطی سے تصوف سمجھا جارہا ہے وہ اسلامی تصوف نہیں۔ اسلامی تصوف نام ہے تزکیہ نفس کے بعد جدوجہد کا اور وہ شریعت سے جدا نہیں بلکہ مغز ہی شریعت کا اور باطن ہے۔ اس کے ظاہر کا وہ شریعت کے ارکان ظاہر کے لئے بمنزلہ روح کے ہے وہ کوئی ایسا علم نہیں جو شریعت اسلامی کے علاوہ سینہ بسینہ چلا آتا ہے۔ بلکہ وہی علم ہے جو قرآن کریم اور ہمارے نبی کریم صلعم نے سکھایا اور صحابہ اور تابعین اور تبع تابعین کا کل اولیاء و مجددین۔ اور علمائے ربانی اور آئمہ سلف اور صلحائے امت اس سے مستفیض ہوئے اور آج بھی ہورہے ہیں قرآن اور سنت سے باہر کوئی ہدایت کی راہ نہیں جو کچھ ہے اس کے اندر ہے جیسا کہ قرآن فرماتا ہے **الیوم اکملت لکم دینکم** کہ آج کے دن میں نے تمہارا دین کامل کر دیا اور فرمایا **قل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ و یغفر لکم ذنوبکم** کہدے یا رسول اللہ کہ اگر تم اللہ سے محبت رکھتے ہو تو میری اتباع کرو۔ تم اللہ کے محبوب بن جاؤ گے اور اللہ تمہاری ہر ایک کمزوری سے حفاظت کرے گا حضرت شیخ سعدیؒ کیا صحیح فرماتے ہیں:

بزہد و ورع کوش و صدق وصفا
ولیکن میفزا ئے بر مصطفٰے

☆☆☆☆

منتظر ہوں کہ کبھی تو ہوگا مسیحا کا ظہور

عامر عزیز (امام برلن)

دیکھتا ہوں ہر طرف آسمان سے گرتا بارود
جلتے بدن ، ہر سُو انسان کا بکھرتا وجود
سوچتا ہوں کیوں دمِ آدم سے روشن ہے یہ
جہاں آب و گل کی محفلِ رقص و سرور
سن تو ذرا ماؤں کے بے نواؤں کے نوحے
دامن سے جن کے اڑ گئے چہچہاتے طیور
پوچھتا ہوں کیوں جلایا گرایا دیار مرا
نشان بھی نہ رہا جس کا باقی مثلِ اہلِ قبور
یہ مری سادہ لوحی ہے یا فریب دل
منتظر ہوں کہ کبھی تو ہوگا مسیحا کا ظہور
کیسے گنگنائے گی چمن میں بلبل خوش گلو عزیزؔ
جب تلک ہے باقی مالی کی نیت میں فتور

اسلام پر اعتراضات کے جوابات۔۱

مولانا نیاز فتح پوری کے علمی مغالطّوں کا تجزیہ

قرآن مجید کے متعلق مولانا کے دس شبہات کا ازالہ

پروفیسر غلام رسول چیمہ۔ (ایم۔اے، ایل ایل بی)

(اس شمارہ سے ''اسلام پر اعتراضات کے جوابات'' کا سلسلہ شروع کیا جا رہا ہے۔ اس میں پروفیسر غلام رسول صاحب چیمہ، ایم۔اے، ایل ایل بی کی کتاب ''سیرت سید البشر'' کے حصہ سوم کے باب سوم سے اعتراضات اور ان کے جوابات شائع کئے جا رہے ہیں۔ ان میں ان سوالات کو لیا گیا ہے جو عموماً بعض مسلمان مفکرین اور خصوصاً مغربی مستشرقین اپنی کتابوں اور مضامین میں اٹھاتے رہتے ہیں۔ جہاں تک ہم نے ان جوابات کو دیکھا ہے پروفیسر صاحب نے نہایت تحقیق اور عرق ریزی سے متعلقہ موضوع کے بارے میں اب تک شائع ہونے والی کتب اور رسائل سے، جن تک ان کو رسائی ہو سکی انہوں نے ان سے استفادہ کیا ہے اور اپنے جوابات میں ان کو سمیٹنے کی اچھی کوشش کی ہے۔ قارئین کو ان جوابات کے سلسلہ میں اگر کوئی مزید معلومات ہوں یا ان کے ذہن میں کوئی نیا نکتہ آئے اور پروفیسر صاحب کی نظر میں وہ جوابات کو مزید موثر بنا سکیں۔ تو وہ ضرور اس کو اپنی آئندہ اشاعت میں شامل کریں گے۔ ''سیرت سید البشر'' تین حصوں میں شائع ہوئی ہے اور تقریباً 1975 صفحات پر مشتمل ہے۔ پروفیسر صاحب کی ساری زندگی مختلف گورنمنٹ کالجوں میں تدریس و تحقیق میں گزری ہے۔ سیرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور مذاہب عالم کا مطالعہ ان کی خاص دلچسپی کا موجب رہے ہیں۔ موجودہ کتاب میں انہوں نے سیرت کے تمام پہلوؤں پر نہایت جامع انداز میں سیرت نگاری کی ہے۔ اس سیرت کی سب سے نمایاں خوبی رسول اکرم صلعم کی زندگی کے ان گوشوں پر مثبت انداز میں قلم اٹھانا ہے جن پر بعض اپنوں اور غیروں نے اعتراضات کئے ہیں۔ کتاب کے تیسرے حصہ میں مذاہب عالم کا جائزہ اور اعتراضات کے جوابات کے ذریعہ انہوں نے اسلام اور بانی اسلام رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے عقیدت اور محبت کا خوب حق ادا کیا ہے جس کے لئے ان کی یہ کتاب منفرد حیثیت رکھتی ہے۔ اس کتاب کے مختصر تعارف کے لئے تیسرے حصہ کی ابتداء میں مصنف کی ''تقدیم'' سے اقتباس درج کئے جا رہے ہیں۔ اس کتاب کے پبلشر چوہدری غلام رسول اینڈ سنز، کریم مارکیٹ، اُردو بازار لاہور ہیں۔ فون نمبر 042-37233909-37243055

''سیرت النبیؐ'' ایک ایسا موضوع ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد ہی اس موضوع پر لکھا جانا شروع ہو گیا تھا بلکہ یوں کہنا چاہیے کہ اس کی تیاری رسول کریم صلعم کے عہد حیات میں شروع ہو گئی تھی۔ جو صحابہؓ آپؐ کے اقوال قلمبند کرتے تھے وہ دراصل آپؐ کی سیرت مرتب کر رہے تھے۔ بہر حال وقت کے ساتھ ساتھ یہ موضوع ترقی کرتا چلا گیا ہزاروں کتب لکھی گئی ہیں اور مستقبل میں لکھی جائیں گی۔ ایک مسلمان ہونے کے ناطے، دوم رسول کریم صلعم کے ساتھ ذہنی، قلبی اور روحانی وابستگی کی وجہ سے یہ ایک بڑی خواہش تھی کہ اس موضوع پر اپنی علمی استعداد کے مطابق لکھوں اور اس جذبہ کے پیچھے صرف یہی قلبی تمنا کار فرما تھی کہ آخرت کا سامان پیدا کروں۔ سو دو حصے مکمل ہو چکے ہیں۔ پہلے حصے میں سیرت کی اہمیت اور اس کا ارتقاء، تحریک استشراق اور سیرت النبیؐ، عرب کا جغرافیہ، مکی زندگی، مدنی زندگی، معجزات، خصائص اور رسول کریم صلعم کی شخصیت کے مختلف پہلوؤں پر بحث کی گئی ہے۔ دوسرے حصے میں تعلیمات پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ تیسرا حصہ مخالفین اور مستشرقین کے اعتراضات کے جوابات پر مشتمل ہے۔ یہ حصہ پہلا جزو ہے خیال ہے مزید دو جزو ''اعتراضات کے جوابات'' پر لکھے جائیں گے۔ جب خاکسار نے اعتراضات کے جوابات لکھنے شروع کئے تو معلوم ہوا کہ یہ کام بہت مشکل ہے اور میرے بس کا روگ نہیں۔ کیونکہ شروع سے ہی دل میں یہ ایک خواہش تھی کہ سیرت النبیؐ کے ساتھ اس اہم موضوع کو شامل کروں چنانچہ اللہ سے دُعا کر کے لکھنا شروع کیا۔ خدا کا بڑا فضل ہے کہ اس نے میری راہنمائی کی۔ مخالفین کے اعتراضات کے جوابات دینے میں کہاں تک کامیاب ہوا ہوں یہ تو قارئین اور خصوصاً علماء ہی بتا سکیں گے۔ بہر حال نقلی اور عقلی دلائل کے ساتھ اعتراضات کا رد کیا ہے۔''۔۔۔ (ادارہ)

قرآن مجید کلام الٰہی نہیں، اس کا رد

دور حاضر کے ایک بڑے فاضل مولانا نیاز فتح پوری ہیں۔ ان کی تحریرات اور نگارشات سے ہندوستان اور پاکستان کے بعض صاحب علم حضرات کافی متاثر ہیں۔ وہ کئی کتب کے مصنف ہیں۔ ''من ویزداں'' ان کی مشہور تصنیف ہے۔ رسالہ ''نگار'' کی ادارت کے فرائض سرانجام دیتے رہے ہیں۔ وہ قرآن مجید کے الفاظ کو کلام الٰہی تسلیم نہیں کرتے بلکہ ان کا نظریہ ہے کہ یہ رسول اللہ صلعم کا کلام ہے۔

ان کے علاوہ آغاز اسلام میں بھی ایسے لوگ پائے جاتے ہیں جو قرآن مجید کو کلام الٰہی تسلیم نہیں کرتے تھے۔ ابوجہل، ابولہب اور دیگر عمائدین کفار وغیرہ اگر قرآن مجید کو کلام الٰہی مان لیتے تو پھر یقیناً وہ دائرہ اسلام میں داخل ہوجاتے۔ اسی طرح دور حاضر میں مستشرقین اور ہندو علماء مثلاً دیانند سرسوتی وغیرہ قرآن مجید کو کلام الٰہی تسلیم نہیں کرتے۔ اس وجہ سے دونوں گروہوں (مسلم اور غیر مسلم گروہ) کا رد الگ الگ ہوگا۔ کیونکہ مسلم گروہ رسول کریم صلعم کو سچا جانتا ہے لیکن قلب وذہن میں کہیں کجی ہے جس کے نتیجہ میں وہ قرآن مجید کے کلام الٰہی ہونے کے منکر ہیں۔ یہ آج کا عقیدہ نہیں بلکہ مسلمانوں میں ایک پرانا عقیدہ چلا آرہا ہے کہ قرآن مجید مخلوق ہے۔ یعنی خیال اللہ تعالیٰ دل میں ڈالتا تھا اور ان کو الفاظ کا لبادہ رسول اکرم صلعم اوڑھاتے تھے۔ دوسرے الفاظ میں قرآن مجید اللہ کا کلام نہیں بلکہ رسول اکرم صلعم کا کلام ہے۔ پہلے مولانا نیاز فتح پوری کا نظریہ ان کے اپنے الفاظ میں بیان کیا جاتا ہے پھر انہی کے الفاظ میں یہ تجزیہ کیا جائے گا کہ کس حقیقت پر وہ اپنے عقیدے کی بنیاد رکھتے ہیں۔ جب تک مریض کے مرض کی تشخیص نہیں ہوتی مرض کا علاج مشکل ہوتا ہے۔ مولانا صاحب کہتے ہیں:

''کلام مجید کو میں نہ کلام خداوندی سمجھتا ہوں نہ الہام ربانی بلکہ ایک انسان کا کلام جانتا ہوں۔'' (نگار جون 1940ء ص 68)

اسی طرح متعدد مستشرقین اور مغرب کے دانشور اور ہندو مفکر مثلاً دیانند سرسوتی بھی قرآن مجید کو اللہ کی طرف سے ہو بہو نازل شدہ نہیں مانتے۔ سرسوتی نے اس کا اظہار ''ستیارتھ پرکاش'' کے چودھویں باب اعتراض 135 میں کیا ہے۔

''اگر قرآن مجید اللہ کا کلام ہے تو پھر بسم اللہ الرحمن الرحیم کے یہ معنی ہوں گے کہ وہ خود اپنے نام سے کلام مجید کو شروع کرتا ہے اور خود اپنی ذات سے خطاب کرتا ہے جو بالکل بے معنی بات ہے۔'' (نگار اگست 1940ء ص 6)۔

مولانا کے اس اعتراض کی مجھے بالکل سمجھ نہیں آئی۔ دیانند سرسوتی نے اپنی مشہور کتاب ''ستیارتھ پرکاش'' کے چودھویں باب میں قرآن مجید پر اسی قسم کا اعتراض کیا ہے۔ بہرحال میں یہ ہرگز نہیں کہہ سکتا کہ مولانا صاحب سرسوتی سے متاثر ہوئے ہیں۔ بس یہی سمجھتا ہوں کہ مولانا صاحب کی اپنی سوچ اور سمجھ ہے۔

پہلی دلیل

آیئے پہلے یہ دیکھیں کہ قرآن مجید کلام الٰہی ہے یا کلام رسولؐ۔ تمام مذاہب میں یہ ایک مسلمہ امر ہے کہ اللہ تعالیٰ بے شمار صفات کا مالک ہے۔ ان صفات میں سے ایک صفت کلام ہے۔ قرآن مجید اور دیگر کتب سماوی کلام الٰہی کا ہی مظہر ہیں جس کا اظہار اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں کئی جگہ کیا ہے۔ ارشاد الٰہی ہے:

''ان پیغمبروں میں سے وہ ہیں جن سے اللہ نے کلام کیا''۔(253:2)

اور اللہ نے موسیٰؑ سے بہت باتیں کیں''۔(164:4)

''اس کے رب نے اس سے کلام کیا''۔(143:7)

مذکورہ آیات سے یہ بات عیاں ہوگئی ہے کہ کلام کرنا اللہ کی صفت ہے۔ جس کا اظہار اللہ تعالیٰ اپنے بندوں سے کرتا ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں اپنے کلام کے اظہار کے طریقے بھی بیان کردیئے ہیں۔ قرآن مجید میں آتا ہے:

''کسی بشر کے لئے یہ میسر نہیں کہ اللہ اس سے کلام کرے مگر وحی سے یا پردہ کے پیچھے سے یا رسول بھیجے۔ پس اپنے حکم سے جو چاہے وحی کرے''۔

(51:42)

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اپنے کلام کی تین صورتیں بیان کی ہیں:

(۱) وحیا یعنی وحی کے ذریعہ، (۲) مِن وراءِ حجاب یعنی (پسِ پردہ)، (۳) رسول و جبرائیل کے ذریعے۔ صورت اول میں وحی سے مراد

ونوسوبو انڈونیشیا کا دورہ
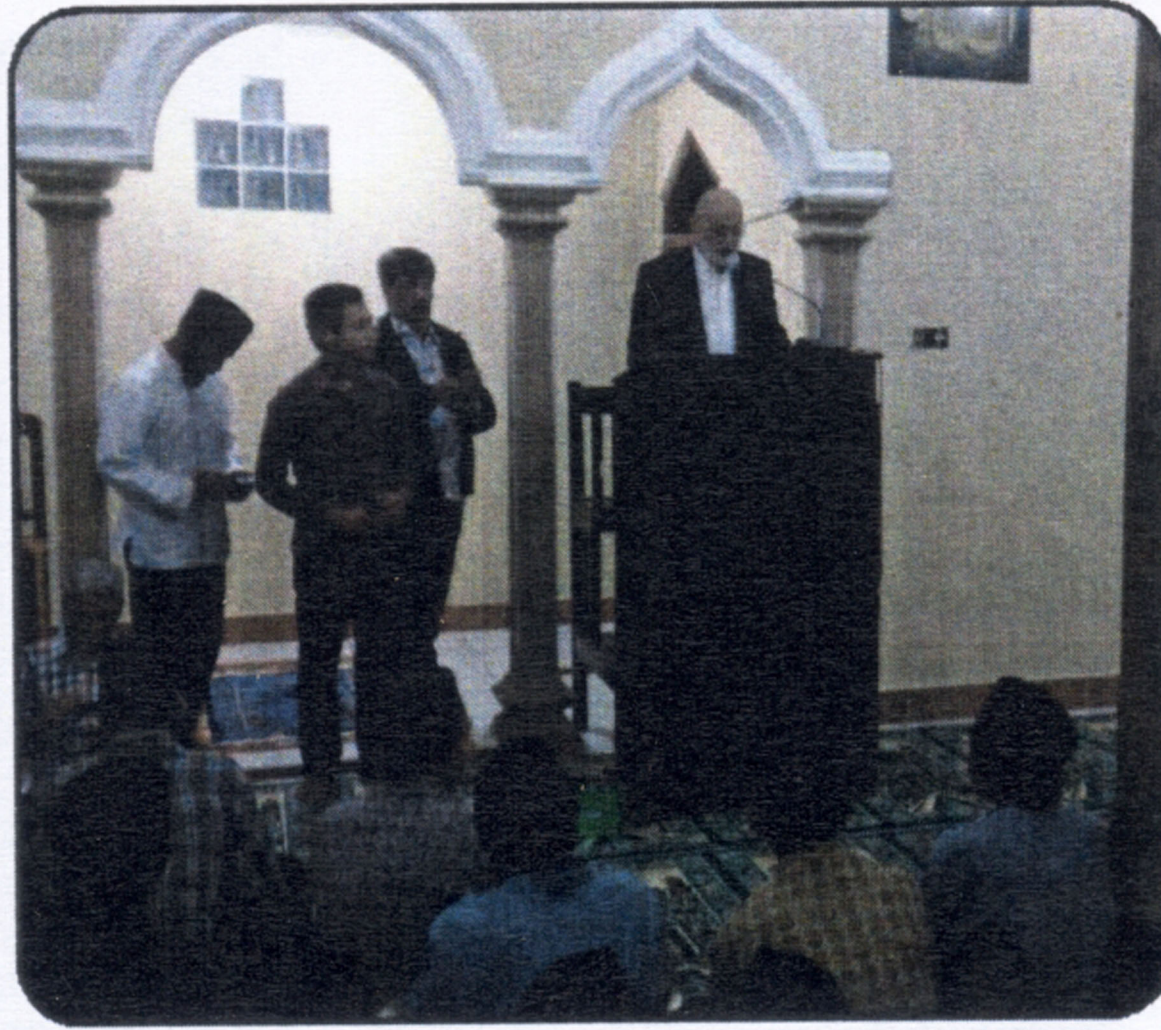
ونوسوبو میں زیر تعمیر مسجد

حضرت امیر قوم تقریر کرتے ہوئے

مسجد التقویٰ، ونوسوبو

زیر تعمیر مسجد کے لئے دعا کرتے ہوئے

زیر تعمیر مسجد

بچے حضرت امیر قوم کے استقبال کے لئے کھڑے ہیں

حضرت امیر قوم تقریر کرتے ہوئے

Purwokerto میں تقریب کے مناظر

Kediri کے پہلے صدر کے گھر ان کی تیمارداری کرتے ہوئے

یوگ جکارتہ میں آفیشل میٹنگ کے بعد تصویر

حضرت امیر قوم تقریر کرتے ہوئے

قبرستان میں فاتحہ خوانی و دیگر تقریبات

Kediri میں ایک سینئر ممبر کے گھر

پیری سکول میں کمپیوٹر سیکشن کا دورہ

ونوسوبو میں بشیر اللہ صاحب کے گھر

صدر موصلے کی طرف سے ڈنر میں شرکت کے بعد

Kediri مسجد میں گروپ تصویر

ونوسوبو قبرستان میں فاتحہ خوانی کرتے ہوئے

Kediri قبرستان میں فاتحہ خوانی کرتے ہوئے

مسجد المبارک میں خواتین باہر بیٹھی ہیں

ایوان یوسف کی قبر پر فاتحہ خوانی کرتے ہوئے

ونوسوبو قبرستان میں فاتحہ خوانی کرتے ہوئے

علی یاسر صاحب کی قبر پر فاتحہ خوانی کرتے ہوئے

دورہ انڈونیشیا کی تصاویر

احمدی صاحب کے بھائی کے گھر جکارتہ میں

جکارتہ ائیرپورٹ پہنچنے پر

علی یاسر مرحوم کے بچوں سے تعزیت کرتے ہوئے

مسجد دارالسلام یوک جکارتہ میں

پیری سکول کے بچوں کی حضرت امیر قوم کے ساتھ تصویر

Kidiri میں ایک سینئر ممبر کے گھر

Kidiri میں ہوٹل کے باہر کی تصویر

مسجد المبارک وونوسوبو انڈونیشیا میں تقریب، تقریباً 2000 لوگوں کی شرکت

جنرل سیکرٹری صاحب تقریر کرتے ہوئے

حضرت امیر قوم کی مسجد المبارک میں تقریر

مسجد المبارک

مسجد المبارک کے ہال کے اندر کے مناظر

مسجد المبارک کا اندرونی حصہ

مسجد المبارک کا اندرونی حصہ

مسجد المبارک کے اندر خواتین

مسجد المبارک کے باہر خواتین کے مناظر

مسجد المبارک کا اندرونی حصہ

Ministry of Religious affairs کا نمائندہ تقریر کرتے ہوئے

مسلمہ طور پر ''القائی الروع'' ہے۔یعنی دل کے اندر ایک بات کا ڈالنا جیسے آنخضرت صلعم نے فرمایا کہ ''روح القدس نے میرے دل میں یہ بات ڈالی'' (امام راغب)۔دوسری صورت من وارای حجاب سے مراد رویاء، کشف اور الہام ہیں۔اس صورت میں انسان کو علم حواس باطنی کے ذریعے خارج سے آتا ہے۔انسان متکلم اور نظارہ دکھانے والے کو نہیں دیکھتا۔

کلام الٰہی کی تیسری صورت۔''ایک رسول یعنی جبرائیل کے ذریعے وحی پہنچائی جاتی ہے۔''

قرآن مجید کا نزول آخری شکل میں ہوا ہے۔فرشتہ خدا کا کلام لاتا تو رسول کریم صلعم اس کلام کو محفوظ کر لیتے تھے۔

نزول قرآن کا فاعل اللہ ہے۔قرآن مجید میں بے شمار ایسی آیات ہیں جن میں نزول قرآن کا فاعل خود اللہ تعالیٰ ہے۔ارشاد الٰہی ہے۔''ہم نے یہ (قرآن) عربی (زبان) میں اتارا۔'' (یوسف 2:12)

''اور اسی طرح ہم نے اسے (بطور) فیصلہ عربی میں اتارا۔اگر تو ان کی خواہشوں کی پیروی کرے اس کے بعد جو تیرے پاس علم آ گیا تو تیرے لئے اللہ کے مقابلہ پر کوئی حمایتی نہ ہوگا اور نہ کوئی بچانے والا۔'' (رعد 37:13)

''یہ کتاب (الٰہی) کی آیتیں ہیں اور وہ جو تیرے رب سے تیری طرف اتارا گیا ہے، حق ہے۔لیکن اکثر لوگ نہیں مانتے۔'' (رعد 1:13)

اس آیت کریمہ میں قرآن مجید کے نزول کا فاعل خود اللہ تعالیٰ ہے۔پھر فرمایا:''جو تیری طرف نازل ہوا ہے حق ہے۔پھر خدا کی طرف سے نزول کا انکار کرنے والوں کے متعلق فرمایا۔''یعنی اکثر لوگ نہیں مانتے۔''

''ہم نے تجھ پر قرآن کو تھوڑا تھوڑا کر کے اتارا ہے۔'' (دھر 23:76)

''اور اس پر ایمان لائے جو محمد پر اتارا گیا'' (محمد 2:47)

''یہ (قرآن) جہانوں کے رب کی طرف سے اتارا ہوا ہے۔جبرائیل امین اسے لے کر تیرے دل پر اترا ہے، تا کہ تو ڈرانے والوں میں سے ہو۔یہ کھول کر بیان کرنے والی زبان میں (اتارا گیا)۔(شعرا 195.192:26)

''(یہ) کتاب (ہے) جو ہم نے تیری طرف اتاری تا کہ تو لوگوں کو ان کے رب کے حکم سے اندھیرے سے نکال کر روشنی کی طرف لے جائے، اس کے رستہ کی طرف جو غالب تعریف کیا گیا ہے۔'' (ابراہیم 1:14)

اس آیت کریمہ میں بھی قرآن مجید کے نزول کا فاعل خود اللہ تعالیٰ نے اپنے آپ کو قرار دیا ہے۔دوم رسول کریم صلعم کی بعثت کی غرض بھی بیان کر دی ہے کہ لوگوں کو اندھیرے سے نکال کر روشنی کی طرف لایا جائے' یعنی لوگوں کے فاسد عقائد کی اصلاح کی جائے۔

ارشاد الٰہی ہے:''ہم نے خود یہ نصیحت اتاری ہے اور ہم خود ہی اس کی حفاظت کرنے والے ہیں۔'' (الحجر 9:15)

اس آیت کریمہ میں حرف تاکید ''ان'' کے ساتھ نزول قرآن مجید کا ذکر کیا گیا ہے کہ اس قرآن کو اللہ تعالیٰ ہی نے اتارا ہے۔دوم اس کی حفاظت کی پیشگوئی بھی فرمائی۔جو نصف النہار کی طرح پوری ہوئی۔

''اور یقیناً تجھے قرآن حکمت والے اور علم والے کی طرف سے دیا جاتا ہے۔'' (نمل 6:27)

''پھر کیا قرآن میں تدبر نہیں کرتے۔اور اگر یہ غیر اللہ کی طرف سے ہوتا تو اس میں بہت اختلاف پاتے۔'' (نساء 82:4)

اس آیت کریمہ میں واضح طور پر قرآن مجید کے نزول کو اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب کیا گیا ہے۔ساتھ یہ دلیل دی ہے کہ یہ قرآن اختلافات سے پاک ہے۔

دوسری دلیل

قرآن مجید کے نزول کا اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہونا اس آیت سے واضح ہو جاتا ہے۔ارشاد الٰہی ہے:

''اس کے ساتھ اپنی زبان کو مت ہلا تا کہ اسے جلدی لے لے۔ہمارے ذمہ اس کا جمع کرنا اور اس کا پڑھنا ہے۔'' (قیامہ 75:16-18)

حدیث بخاری میں ہے کہ ابتداء میں جب رسول کریم صلعم پر وحی نازل ہوتی تو آپ صلعم اسے جلدی جلدی لینے کی کوشش کرتے تھے۔تو اللہ تعالیٰ نے اس سے منع فرمایا اور تسلی دی کہ اس کا جمع کرنا اور پڑھنا ہمارے ذمہ ہے، کوئی چیز ضائع نہیں ہوگی۔یہ آیت واضح طور پر بتا رہی ہے کہ خارج سے قرآن مجید کے الفاظ آتے تھے اور رسول کریم صلعم ان الفاظ کو جلدی یاد کرنے کی کوشش کرتے تھے۔

لیکن اللہ تعالیٰ نے ایسا کرنے سے منع فرما دیا کہ قرآن مجید کی حفاظت کی ذمہ داری اللہ تعالیٰ پر ہے۔ اگر وحی قلب سے ہی اٹھتی تھی تو پھر الفاظ کو جلد لینے اور یاد کرنے کی کیا تک تھی۔ کیا اپنے اندر سے اٹھنے والی آواز کے الفاظ کو یاد رکھنے کی کوشش کی جاتی ہے۔ اگر قرآن مجید کے الفاظ حروف کی وحی نہیں ہوتی تھی تو پھر تحریک لسان یعنی زبان کو جلدی جلدی حرکت دینے کی کیا ضرورت تھی۔

تیسری دلیل

ارشاد الٰہی ہے: ''کیا لوگوں کو تعجب ہے کہ ہم نے ان میں سے ایک مرد کی طرف وحی کی۔'' (یونس 10:2)

یہ آیت ظاہر کرتی ہے کہ لوگ رسول کریم صلعم پر وحی کی شکل میں نزول قرآن کو حیرانگی سے دیکھتے تھے۔ اگر وحی محض اندر کی آواز ہوتی یا محض معمولی سوچ بوجھ کا نتیجہ ہوتی تو اہل عرب اتنا کیوں تعجب کرتے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ وحی کا نزول ایک ایسا طریقہ تھا جو لوگوں کی سمجھ سے بالا تھا۔ یہ طریقہ خلاف عقل نہیں تھا۔ وہ لوگ محض عالم ارواح سے ناواقف تھے۔

چوتھی دلیل: نزول قرآن کے وقت رسول کریم صلعم کی کیفیت

احادیث میں رسول کریم صلعم پر نزول وحی کی دو صورتیں بیان کی گئی ہیں۔ کبھی وحی صلصلة الجرس (گھنٹی کی آواز) کی طرح آتی۔ یہ صورت بہت ہی سخت ہوتی۔ دوسری صورت فرشتہ انسانی شکل میں آپؐ کے پاس آکر پیغام الٰہی پہنچاتا۔ وحی کی اس صورت میں آپ صلعم کوئی دشواری اور بوجھ محسوس نہیں کرتے تھے۔

نزول وحی کے وقت رسول کریم صلعم کی ظاہری حالت بدل جاتی تھی۔ سیدہ عائشہؓ فرماتی ہیں: ''میں نے سخت سردی کے دن آپؐ پر وحی نازل ہوتے دیکھا کہ اس عمل سے آپ کو پسینہ چھوٹ جاتا'' (بخاری 1:1)۔ عبادہ بن صامت کہتے ہیں کہ وحی کی حالت میں ''آپؐ سخت بے چین ہو جاتے اور چہرہ کا رنگ بدل جاتا''۔ ایک اور حدیث میں ہے ''کہ آپؐ سر جھکا لیتے تھے۔'' احمد بن حنبل کی روایت ہے: ''ان کی جلد کی رنگت بدل جاتی تھی''۔ ایک اور روایت ہے: ''آپؐ کے جسم اور چہرے کا رنگ بدل جاتا''۔

حضرت زید بن ثابتؓ فرماتے ہیں: ''وحی آئی تو رسول کریم صلعم کی ران کے نیچے اُن کی ران تھی۔ مجھ پر اتنا دباؤ پڑا کہ مجھے خیال ہوا کہ میری ران کی ہڈی ٹوٹ جائے گی۔'' (بخاری 8:12)

قرآن مجید نے بھی اسے قولاً ثقیلاً 'وزنی کلام' یا بھاری بوجھ کہا ہے۔'' (73:5)۔ اس صورت میں وحی کے اَشَد (شدید یا بوجھ) اور اثقل (بھاری) ہونے کی وجہ یہ ہے کہ رسول کریم صلعم کو مادیت سے بالکل انقطاع ہو کر کلی طور پر عالم روحانی کی طرف منتقل ہونا پڑتا تھا تاکہ سامع (حضرت محمد مصطفٰے صلعم) اور حامل وحی (یعنی جبرائیل علیہ السلام) دونوں میں سننے کے اعتبار سے ایک قسم کی بھاری مناسبت پیدا ہو جائے۔ چونکہ اس وقت آپ کا بشری پیکر اور ملکوتی پیغام رسانی کے مابین ایک تصادم کی صورت پیدا ہوتی تھی۔ اس وجہ سے وحی کی یہ صورت آپ صلعم پر اثقل اور شدید تر ہوتی تھی۔

رسول کریم صلعم کی یہ حالت انفعالیت ظاہر کرتی ہے کہ آپ کوئی خارجی حقیقت کے حاوی ہونے کی کیفیت سے گزر رہے ہیں۔ یہی حالت ظاہر کرتی ہے کہ وحی خارج سے آتی ہے۔ اگر اندرونی چیز ہوتی تو آپؐ پر انفعالیت کے آثار نہ ہوتے اور آپ کا اس خارجی اثر پذیری کے عمل میں کوئی اپنا ارادہ شامل نہیں ہے۔

''خدا کتنا بڑا ہے؟'' بقیہ صفحہ 26

بقیہ صفحہ 26

بلا شبہ سمجھ آجاتا ہے کہ واقعی اس ذات اور اس کی طاقت کی کوئی انتہاء نہیں۔ اور جس نے اس کو تخلیق کیا ہے یقیناً وہ سب سے بڑا ہے۔ جب انسان اس کائنات کے پورے وجود کو نہ سمجھ سکا تو اس خدا کی ذات کو سمجھنا اس چھوٹے سے دماغ کے لئے یقیناً ایک مشکل امر ہے اور اس سلسلہ میں بھی کئی راز ہیں جن کو صرف خدا ہی جانتا ہے۔

آخر میں یہ ضرور کہنا چاہوں گی کہ گو خدا کے وجود اور اس کی وسعت کو سمجھنا مشکل ہے مگر خدا کو ڈھونڈنا نہایت آسان ہے۔ خدا صرف مسجدوں اور دیگر عبادتگاہوں اور گھروں میں نہیں بلکہ اس کی خالقیت تو کائنات کے ہر ذرہ میں عیاں ہے اور قرآن مجید میں اس نے وہ ذرائع تفصیل سے بیان کئے ہیں جن کے ذریعہ وہ انسان کے قلب میں بھی سما سکتا ہے۔ بس اُسے ڈھونڈنے کی ضرورت ہے۔

دورہ انڈونیشیا کی مفصل رپورٹ

ازشکیل ہمایوں (جنرل سیکرٹری)

انڈونیشیاء دنیا کا وہ خطہ ہے جس کی زمین پیغام احمدیت کی قبولیت کے لحاظ سے انتہائی زرخیز واقعہ ہوئی۔1923ء میں مرزا ولی احمد بیگ صاحب کے ہاتھ کا لگایا ہوا پودا اب ایک تناور درخت کی حیثیت اختیار کر چکا ہے۔ آج اس برگ و بار سے مزین شجر کی خوبصورتی کو دیکھ کر دل کی گہرائیوں سے اس محسن احمدیت کے لئے دعا نکلتی ہے کہ اللہ تعالیٰ اس عظیم انسان کی روح کو سکون اور اعلیٰ مقامات سے نوازے۔ وہ بزرگ اپنی محنت اور حقیقی جوش سے چودہ سال کے عرصہ میں وہ کام کر گیا ہے کہ تاریخ احمدیت رہتی دنیا تک اس کی تبلیغی مساعی کو سنہری حرفوں میں یاد کرتی رہے گی۔

وہ خاموش کارکن ایک مثالی داعی اور مبلغ تھا جس نے انڈونیشیاء کے باسیوں کے لئے ان کی زبان میں نہ صرف اسلام کے متعلق ٹھوس تبلیغی لٹریچر پیدا کیا بلکہ اپنی انتھک کوششوں سے ایک ایسی جماعت بھی بنادی جس نے پیغام مسیح موعود کو انڈونیشیاء کے کونے کونے تک پہنچا دیا۔

آج اس جماعت کی کوششوں کی بدولت احمدیہ انجمن لاہور (انڈونیشیاء) کی شاخیں انڈونیشیاء میں جکارتہ، پوروودکارتو، جوگیا کارتا، سولو، سمارانگ، وونو سوبو، مادیئوں، ملانگ اور دیگر جگہوں پر قائم ہوگئی اور ہزاروں کی تعداد میں احمدیت کے نام لیواؤں کا ایک گروہ معرض وجود میں آ گیا جو خدا کی وحدانیت، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ختم نبوت اور امام الزماں کی مجددیت پر یقین رکھنے والا ہے۔ قرآن ان کا دستور اور دین کو دنیا پر مقدم کرنا ان کا منہج اور مقصد ہے۔

حال ہی میں جماعت انڈونیشیاء نے مرکز سے مضبوط رابطے اور تعلقات اخوت کو قائم کرنے کی غرض سے حضرت امیر قوم ڈاکٹر عبدالکریم سعید پاشا صاحب سے دورہ انڈونیشیاء کرنے کی درخواست کی جس کو آپ نے بصد خوشی منظور فرمایا۔

حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ کے حکم پر آپ کی قیادت میں تین رکنی وفد تشکیل پایا جس میں (انجمن کی طرف سے ایشیاء پیسفک کی جماعتوں کی طرف سے نمائندہ) محترم شوکت علی صاحب اور میں (جنرل سیکرٹری احمدیہ انجمن لاہور) شامل تھے۔

حضرت امیر قوم کے ساتھ سفر میرے لئے نعمت عظمیٰ سے کم نہیں تھا۔ ہم پاکستان سے مورخہ 3اپریل2017ء کو رات 10 بجے انڈونیشیاء کے لئے روانہ ہوئے۔ ملائیشیاء میں سفری منصوبہ کے تحت ہم نے عارضی توقف اختیار کیا اور پھر جکارتہ کے لئے روانہ ہوگئے۔ جکارتہ امیگریشن کی کاروائی سے فراغت کے بعد جب ہم ائیر پورٹ سے باہر نکلے تو جکارتہ جماعت کے صدر مسٹر سلارڈی اور سیکرٹری مسٹر وون ہمارے استقبال کے لئے منتظر کھڑے تھے۔ انہوں نے انتہائی پرتپاک طور پر ہمیں خوش آمدید کہا۔ کچھ ہی دیر میں محترم شوکت علی صاحب بھی تشریف لے آئے۔ ہم میزبانوں کی رفاقت میں ہوٹل پہنچے اور سامان رکھنے کے بعد کھانا کھایا۔ شام تقریباً6 بجے محترم احمدی صاحب کے بھائی کے گھر گئے وہاں پر کافی تعداد میں احباب جماعت ہمارے انتظار میں تھے۔ سب احباب کے ساتھ تعارف ہوا اور جماعتی امور پر تبادلہ خیال ہوا۔ حضرت امیر قوم نے تمام احباب جماعت سے مختصراً خطاب فرمایا اور مختلف پہلوؤں پر نصائح فرمائے۔ اس کے بعد شوکت علی صاحب اور مسٹر سلارڈی (صدر جکارتہ) نے بھی اپنے خیالات سے حاضرین کو آگاہ کیا۔ رات کا کھانا وہیں پر احباب جماعت کے ساتھ ہی کھایا گیا اس کے بعد ہم واپس ہوٹل آگئے۔

مورخہ 5اپریل2017ء کو ہم یوگ جکارتہ جانے کے لئے مسٹر سلارڈی

اور وون صاحب کے ہمراہ ائیر پورٹ کی طرف روانہ ہوئے۔ قریباً 2 بجے دوپہر ہم یوگ جکارتہ پہنچے۔ ائیر پورٹ پر انڈونیشیاء جماعت کے جنرل سیکرٹری اور باقی احباب ہمیں لینے آئے ہوئے تھے۔ اُن احباب کے ساتھ ہم ہوٹل پہنچے جہاں انڈونیشیاء جماعت کے صدر جو پہلے سے موجود تھے۔ انہوں نے حضرت امیر قوم کا والہانہ انداز میں استقبال کیا۔ کھانا کھانے کے بعد ہم آرام کی غرض سے ایک گیسٹ ہاؤس میں گئے۔ وہاں کچھ دیر آرام کرنے کے بعد ہم نے احباب جماعت کے ہمراہ مغرب اور عشاء کی نماز دارالسلام مسجد میں ادا کی اور وہاں پر زیر تعلیم بچوں اور بچیوں سے ملاقات کی۔ رات کو انڈونیشیاء جماعت کی طرف سے ایک میٹنگ رکھی گئی تھی جس میں انڈونیشیاء جماعت کے تمام عہدہ داران نے شرکت کی۔ تلاوت قرآن مجید کے بعد انڈونیشیاء جماعت کے صدر نے ایک تقریر کی (جس کا انگریزی ترجمہ ان کی زوجہ محترمہ نے کیا) جس میں انہوں نے تمام عہدہ داران کا تعارف کروایا اور انڈونیشیاء میں ہونے والے کاموں سے حضرت امیر قوم کو مطلع کیا گیا۔ حضرت امیر قوم نے اپنے خطاب میں ان کی تمام مساعی کو سراہا اور تمام احباب کی توجہ جماعت بندی، روابط باہمی اور آپس میں میل جول رکھنے کی طرف مبذول کروائی۔ محترم علی یاسر مرحوم اور ایوان یوسف مرحوم کے لواحقین جو وہاں موجود تھے اُن سے اظہار تعزیت بھی کیا گیا۔

مورخہ 6 اپریل 2017ء کو ہم نے دارالسلام مسجد میں نماز فجر ادا کی۔ اس کے بعد مسجد میں موجود زیر تعلیم بچوں اور بچیوں سے ملاقات کی۔ نماز فجر کے بعد تمام بچے قرآن پاک کا ترجمہ و تفسیر پڑھتے ہیں۔ اس کے بعد سوال و جواب کا سلسلہ بھی ہوتا ہے۔ جس کو دیکھ کر ایمانی مسرت کا احساس ہوا۔

قریباً 8 بجے کے قریب حضرت امیر قوم اپنے وفد کے ہمراہ وہاں کے مقامی قبرستان کے لئے روانہ ہوئے جہاں آپ نے جناب ایوان یوسف صاحب اور دوسرے احباب کی قبروں پر فاتحہ خوانی کی۔ اس کے بعد حضرت امیر قوم نے وہاں پر موجود تعلیمی درسگاہوں کا دورہ کیا جہاں آپ نے تمام طلباء و طالبات اور اساتذہ سے ملاقات کی۔ آپ نے وہاں ورکشاپ اور دیگر شعبہ جات دیکھے۔ حضرت امیر قوم نے تمام طلباء و طالبات کو جماعت کے ساتھ وابستہ رہنے اور خدمت اسلام کرنے کے لئے تیاری کی تلقین فرمائی۔ سکولوں کے دورہ سے فارغ ہونے کے بعد تمام احباب نے کھانا کھایا اور محترم یاتمین صاحب کے گھر کی طرف روانہ ہوگئے۔ دوران سفر موسلا دھار بارش ہوتی رہی۔ وہاں پہنچنے پر یاتمین صاحب اور ان کے اہل خانہ نے شیفتگی سے بھرپور استقبال کیا۔ اس سفر میں ہمارے ساتھ محترم اصغر علی اور کچھ اور لوگ بھی تھے۔ مغرب اور عشاء کی نماز یاتمین صاحب کے گھر باجماعت ادا کی گئی۔ کھانا کھانے کے بعد حضرت امیر قوم سے پبلیکشن کے متعلق بات چیت ہوئی۔ جس میں یاتمین صاحب نے حضرت امیر قوم کو قادیانی جماعت کی طرف سے درپیش مسائل سے آگاہ کیا۔ جس کے جواب میں حضرت امیر قوم نے انہیں عامر عزیز صاحب کی مرتب شدہ کتاب ''اختلاف سلسلہ'' مزید پرنٹ کروا کر اس کتاب کے ذریعے تمام احباب جماعت اور سکولوں میں احمدی بچوں کو نصابی طور پر تعلیم دینے کی طرف توجہ دلائی۔ مزید حضرت امیر نے جماعت بندی کے حوالے سے کام کرنے پر کافی زور دیا۔ بعد ازاں حضرت امیر قوم اپنے وفد کے ہمراہ گیسٹ ہاؤس رات 12 بجے آرام کے لئے تشریف لے گئے۔

مورخہ 7 اپریل 2017ء تہجد اور نماز فجر کی ادائیگی کے بعد صبح ناشتہ کیا اور بوقت 8 بجے علی یاسر مرحوم کے گھر اُن کے بچوں سے تعزیت کے لئے روانہ ہوئے۔ جہاں جا کر معلوم ہوا کہ ان کی زوجہ محترمہ بھی دو ہفتے قبل انتقال کر چکی ہیں۔ لواحقین سے تعزیت کے بعد حضرت امیر قوم وہاں کے مقامی قبرستان تشریف لے گئے جہاں آپ نے فاتحہ خوانی کی۔ وہاں سے واپسی پر نماز جمعہ کے لئے تیاری کی گئی اور جمعہ کی نماز کے لئے جامع دارالسلام تشریف لے گئے۔ محترم یاتمین صاحب نے جمعہ کا خطبہ دیا۔ جمعہ کی نماز میں کثیر تعداد میں احباب جماعت اور غیر از جماعت لوگوں نے شرکت کی۔ نماز جمعہ کی ادائیگی کے ایک گھنٹہ بعد حضرت امیر قوم دوبارہ مسجد تشریف لائے جہاں پر موجود جن بچوں نے اپنی تعلیم مکمل کی تھی ان کے لئے ایک تقریب رکھی گئی تھی۔ محترم اصغر علی صاحب

نے تلاوت قرآن مجید سے تقریب کا آغاز کیا۔ جناب Suratman صاحب نے تقریب کے حوالے سے چند نکات پیش کیے۔ اس کے بعد اساتذہ بچوں اور حاضرین نے مل کر سورۃ یٰسٓ، سورۃ الرحمٰن تلاوت کی اور دعا کروائی گئی۔

مسٹر ملیونو (اسسٹنٹ سیکرٹری) نے تمام طلبہ اور اساتذہ سے خطاب کیا۔ حضرت امیر قوم نے بھی خطاب فرمایا اور بچوں کو اپنی تعلیم مکمل کرنے پر مبارکباد دی اور جماعت کے کاموں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لینے کی نصیحت فرمائی۔ حضرت امیر قوم کا خطاب انگریزی میں تھا جس کا ترجمہ محترم یاتمین صاحب نے کیا۔

آج وفد کا یوگ جکارتہ میں آخری دن تھا۔ اس لئے وہاں کے صدر نے حضرت امیر قوم کے اعزاز میں الوداعی تقریب ایک بہت بڑے ہوٹل میں رکھی۔ جہاں ہم سب 8 بجے پہنچے، جہاں بہت ہی پُر تکلف دعوت کی گئی تھی۔ اس ڈنر میں ایوان یوسف مرحوم کی بیوہ بھی تشریف لائی ہوئی تھیں ان سے حضرت امیر قوم نے تعزیت کی۔ کھانے کے بعد جماعت کے حوالے سے مختلف پہلوؤں پر غور کیا گیا۔ پرنٹنگ کے حوالے سے بھی بات چیت ہوئی۔ محترم شوکت علی صاحب نے ڈاکٹر زاہد عزیز صاحب کی لکھی ہوئی کتاب "The true succession Founding of the Lahore Ahmadiyya Movement" کو انڈونیشیائی زبان میں ترجمہ کرنے کی تجویز دی۔ جس پر انڈونیشیاء جماعت کے صدر نے چار سے پانچ ماہ میں یہ کام مکمل کروانے کی یقین دہانی کروائی اور ساتھ ہی یہ بھی کہا کہ جب وہ برلن جلسہ پر آئیں گے تو کوشش کریں گے کہ وہ یہ کتاب اپنے ہمراہ لائیں۔ وفد نے ان کو سالانہ دعائیہ پر بھی آنے کی دعوت دی جو انہوں نے بخوشی قبول کی۔ حضرت امیر قوم نے انہیں کہا کہ آپ ہر سال سالانہ تربیتی کورس اور سالانہ جلسہ پر احباب جماعت کو آنے کی دعوت دیا کریں اور باہمی رابطے بڑھانے کی بھی تلقین کی۔

مورخہ 8 اپریل 2017ء وفد، ہمراہ علی اصغر صاحب اور اروان صاحب یوگ جکارتہ سے Kediri کے لئے بذریعہ ٹرین روانہ ہوا۔ قریباً 4 گھنٹے کے سفر کے بعد ہم Kediri پہنچے۔ جہاں جناب Mohteir صاحب ہمارے استقبال کے لئے موجود تھے۔ دوپہر کا کھانا ہم نے ایک ہوٹل میں کھایا۔ اس کے بعد ہم Kediri میں موجود جامع تشریف لے گئے وہاں احباب جماعت سے ملنے کے بعد ہم سفری تھکاوٹ دور کرنے کی غرض سے جماعت کے ایک فرد کے گھر گئے جو کہ جامع سے بالکل قریب ہے۔ مغرب اور عشاء کی نماز ادا کرنے کے بعد وہاں موجود احباب جماعت نے ایک تقریب کا انتظام کیا ہوا تھا جس میں Kediri جماعت کے صدر Asadi Alfatah صاحب سے ملاقات ہوئی۔ تمام احباب جماعت سے تعارف کے بعد تقریب کا آغاز کیا گیا۔ جس میں Mohteir صاحب اور جماعت کے صدر نے اپنی جماعت کے بارے میں آگاہ کیا۔ حضرت امیر قوم نے احباب جماعت سے خطاب کیا اور سوال و جواب کا سلسلہ رات 9:30 تک جاری رہا۔

مورخہ 9 اپریل 2017ء جناب Mohteir صاحب ہمیں ہوٹل لینے آئے۔ ان کے ساتھ ہم جماعت کے پہلے صدر جناب Shsen صاحب کے گھر ان کی تیمارداری کے لئے گئے۔ حضرت امیر قوم نے ان کی جلد صحت یابی کی دعا فرمائی۔ اس کے بعد حضرت امیر قوم وہاں کے مقامی قبرستان تشریف لے گئے جہاں ماہ فروری میں فوت ہونے والے جناب Soetecljo bin miran صاحب کی قبر پر فاتحہ خوانی کی۔ اس کے ساتھ ساتھ Mr. Sarodji، H.Khoetadji، M Khuziui اور Mr. Arifuni کی قبر پر بھی دعا کی۔ Mr Arifuni جماعت بنانے والے ابتدائی ممبروں میں سے ایک تھے۔ بہت ہی پڑھے لکھے اور قابل انسان تھے۔ ان کی جماعت کے لئے بہت خدمات تھیں، آپ سات زبانوں پر عبور رکھتے تھے۔ انگلش زبان سکھانے کے لئے انہوں نے بہت کام کیا تھا۔

اس کے بعد وفد جماعت Kediri کے ایک سینئر ممبر Mr. Musui-Mur Ahmad کے گھر گئے۔ جہاں کثیر تعداد میں احباب جماعت جمع تھے۔ احباب جماعت سے گفتگو ہوئی اور پھر سب احباب جماعت کے ساتھ ایک گروپ فوٹو بھی بنوائی گئی۔

ان کے گھر پر جمعہ کے روز تمام احباب اکٹھے ہوتے ہیں اور درس قرآن مجید بھی دیا جاتا ہے۔ اس کے بعد سید احمد زاہد بخاری جو جماعت کے سینئر ممبر تھے ان کی قبر پر فاتحہ خوانی کے لئے گئے۔ اس کے بعد Mr. Jazuli Ali Zain صاحب کے گھر گئے، ان کے گھر میں ایک مسجد جو کہ سو سال پہلے تعمیر ہوئی تھی اس تاریخی مسجد میں نماز ظہر اور عصر ادا کی اور جماعتی امور کے حوالے سے کافی دیر تک تبادلہ خیال ہوتا رہا۔ اس کے بعد ہم واپس ریلوے اسٹیشن کی طرف روانہ ہوئے۔ جناب Mohtei صاحب نے ہمیں Kediri کے سارے دورے میں بھرپور ساتھ دیا اور ہر جگہ ہمیں لے کر گئے۔ وہاں سے ہم بذریعہ ٹرین Purwokerto کے لئے روانہ ہوئے۔ جہاں ہم رات گئے پہنچے وہاں ہمارے قیام کا انتظام ایک بہت بڑے ہوٹل Java Heritage میں کیا گیا، وہاں ہم نے رات بسر کی۔

مورخہ 10 اپریل 2017ء صبح سویرے ہم پیری سکول (Piri یعنی پروگرو آن اسلام ری پبلک انڈونیشیاء (اسلامک ایجوکیشنل انسٹی ٹیوشن آف ری پبلک انڈونیشیاء) کے تحت چلنے والے سکول) میں آ گئے جہاں ہمارا بہت شاندار استقبال کیا گیا۔ باقاعدہ بینرز لگائے گئے تھے جن پر حضرت امیر قوم، جنرل سیکرٹری اور شوکت علی صاحب کے نام درج تھے۔ یہ بہت بڑا اسکول تھا۔ حضرت امیر قوم نے سکول کے پرنسپل کے ہمراہ تمام شعبہ جات کو تفصیلاً دیکھا۔ اس سکول میں کاریں، موٹر سائیکل کی ورکشاپس بھی دیکھی گئیں۔ کمپیوٹر کے شعبہ کا دورہ بھی کیا گیا۔ حضرت امیر قوم نے تمام طلباء کی حوصلہ افزائی فرمائی اور ان کو مزید محنت سے پڑھنے اور کام سیکھنے کی ہدایت کی۔

سکول میں ایک میٹنگ کا انتظام بھی کیا گیا تھا جس میں دوسرے تمام سکولوں کے اساتذہ کرام تشریف لائے ہوئے تھے۔ میٹنگ کا آغاز تلاوت قرآن مجید سے کیا گیا۔ سکول کے پرنسپل صاحب نے اپنے خیالات کا اظہار کیا اور اپنے سکول میں ہونے والی تمام سرگرمیوں کے بارے میں حاضرین کو آگاہ کیا۔ حضرت امیر قوم نے اپنے خطاب میں اساتذہ کرام کے کردار سے متعلق آگاہ کیا اور اپنے ذاتی تجربات کے اساتذہ کو آگاہی فرمائی۔ جسے تمام اساتذہ نے انتہائی مفید پایا۔ شوکت علی صاحب نے اپنی تقریر میں احمدیت کے بارے میں بتایا اور اپنے اور قادیانی عقائد کے بارے میں تفصیلاً وضاحت فرمائی۔ اس کے بعد ہم سب نے مل کر سکول کی مسجد میں نماز ظہر ادا کی اور تمام لوگ ظہرانے کے لئے ایک ہوٹل میں تشریف لے گئے۔ ظہرانے کا انتظام اسکول کی طرف سے کیا گیا تھا۔ اس کے بعد حضرت امیر قوم اور ان کا وفد ہوٹل کی جانب روانہ ہو گیا۔ جو کہ ہماری مسجد کے قریب ترین واقع تھا تاکہ باجماعت نمازیں وہاں پر ادا کی جا سکیں۔ قریباً 4 بجے مسجد میں Purwokerto جماعت نے ایک تقریب منعقد کی ہوئی تھی۔ جہاں پر زیادہ تعداد خواتین اور بچوں کی تھی۔ اس تقریب میں بھی تقاریر ہوئیں جن میں احباب جماعت کو اپنے اور قادیانی عقائد کے بارے میں تفصیل سے آگاہ کیا گیا۔ حضرت امیر قوم نے تمام حاضرین کی آمد کو سراہا اور ''ماں کے کردار'' کے بارے میں بتایا۔ بچوں کی تربیت میں سب سے بڑا کردار ماں کا ہی ہے۔ خواتین بچوں کو اپنے ساتھ مسجد میں لائیں اور انہیں احمدیت کے بارے میں بتائیں۔ تقریب کے اختتام پر ہم واپس ہوٹل کے لئے روانہ ہوئے۔

مورخہ 11 اپریل 2017ء کو وفد حضرت امیر قوم کی قیادت میں پیری سکول گیا جہاں سے پیری سکول کے سٹاف کے ہمراہ ''ونو سوبو'' کے لئے روانہ ہوئے۔ قریباً ایک گھنٹے کی مسافت پر ایک چھوٹا سا علاقہ Keduuylegi ہے، جہاں کافی تعداد میں احمدی احباب موجود ہیں۔ حضرت امیر قوم نے وہاں موجود تمام احباب جماعت سے ملاقات کی۔ وہاں ایک گھنٹہ قیام کرنے کے بعد ہم دوبارہ ''ونو سوبو'' کے لئے روانہ ہوئے۔ قریباً 4 بجے ہم ''ونو سوبو'' پہنچ گئے۔ یہ ایک پہاڑی اور سرسبز علاقہ ہے یہاں ہماری جماعت کی بڑی تعداد ہے اور یہاں ہماری قریباً 9 مساجد ہیں۔ ہم بشیر الدین صاحب کے گھر پہنچے اُن کے گھر کے ساتھ ایک بڑی مسجد ہے، جہاں ہم نے نماز ظہر اور عصر ادا کی۔ اس کے بعد وہاں موجود احباب سے گفتگو ہوئی، شام کو تھوڑے فاصلے پر ایک مسجد

ہے وہاں گئے جہاں بہت بڑی تعداد میں بچوں اور بچیوں نے ہمارا استقبال کیا۔ نماز مغرب ادا کی اس کے بعد وہاں کے صدر Mr. Subahju نے تقریر کی۔ حضرت امیر قوم نے خطاب فرمایا اور نماز عشاء ادا کی گئی۔ اس مسجد میں کافی تعداد میں احباب جماعت موجود تھے۔ نماز کے بعد سوال و جواب کا سلسلہ بھی ہوا جو رات 9:30 تک جاری رہا۔ وہاں سے واپسی پر ہم بشیر الدین صاحب کے گھر آرام کے لئے آ گئے۔

مورخہ 12 اپریل 2017ء نماز فجر کی ادائیگی کے بعد ہم نے ناشتہ کیا اور بشیر الدین صاحب کے اہل خانہ کا شکریہ ادا کیا اور وہاں موجود باقی تمام مساجد دیکھنے کے لئے نکل پڑے۔ اسی دوران قبرستان بھی گئے جہاں فوت شدگان کے لئے دعا کی گئی۔ پھر ہم مسجد ''الجہاد'' بھی گئے جہاں پر کافی تعداد میں احباب جماعت ہمارے انتظار میں تھے۔ بعد ازاں ہم نے تمام مساجد کا دورہ کیا جن کی تعداد 7 سے 8 تک تھی اور ان کا آپس میں فاصلہ قریباً 2 سے 3 کلومیٹر کی دوری پر تھا۔ پھر ''ونوسوبو'' کی سب سے بڑی مسجد ''المبارک'' گئے جہاں پر قریباً 2 ہزار مرد و خواتین ہمارے منتظر تھے اور دو سے ڈھائی سو بچوں نے ہمارا منظم انداز میں استقبال کیا۔ وہاں 2 بجے ایک تقریب کا آغاز کیا گیا۔ اس تقریب میں Ministry of Religious affairs کے نمائندے کو بھی بلایا گیا تھا۔ تلاوت قرآن مجید سے تقریب کا آغاز کیا گیا۔ سب سے پہلے وہاں کے صدر نے، پھر Ministry of Religious affairs کے نمائندہ نے اور پھر میں (جنرل سیکرٹری مرکزی احمدیہ انجمن لاہور) نے تقریر کی۔ ان تقاریر کے بعد حضرت امیر نے تمام احباب جماعت سے خطاب فرمایا۔ شوکت علی صاحب کی تقریر کے بعد اختتامی دعا کروائی گئی۔ بعد از تقریب تمام احباب کے ساتھ تصاویر بنائی گئیں۔

قریباً 4:30 بجے ہم Bundung کے لئے بذریعہ کار روانہ ہوئے۔ 8 بجے ہم بیجنگ پہنچے۔ جہاں پیری سکول کے ایک استاد کے گھر گئے۔ جہاں پر ان کی خیریت دریافت کرنے کے بعد سلسلہ کے متعلق گفتگو کی گئی۔ کچھ دیر بعد ہی Purwokerto سکول کے پرنسپل صاحب ہمارا ساز و سامان لے کر آ گئے، ان سے بھی کچھ گفتگو ہوئی اور پھر ہم بذریعہ ٹرین Bundung کے لئے روانہ ہو گئے۔

مورخہ 13 اپریل 2017ء بوقت 4:30 بجے Bundung پہنچے۔ اس شہر میں جناب احمدی صاحب کے اہل خانہ رہائش پذیر تھے۔ ریلوے اسٹیشن پر جناب احمدی صاحب کا صاحبزادہ ہمیں لینے آیا ہوا تھا۔ گھر پہنچنے پر ہم نے تھوڑا آرام کیا۔ قریباً 9 بجے قبرستان کے لئے روانہ ہوئے جہاں احمدی صاحب اور ان کی بیگم کی قبروں پر فاتحہ خوانی کی۔ اس کے بعد ان کی بیٹی کے دفتر میں آئے جو کہ پہلے ان کی والدہ کا دفتر تھا۔ وہاں سے فارغ ہو کر ہم ایک ہوٹل میں دوپہر کے کھانے کے لئے گئے۔ قریباً 2:45 بجے ٹرین جکارتہ کے لئے روانہ ہونی تھی۔ ہمیں رخصت کرنے کے لئے جناب احمدی صاحب کے تمام بچے ریلوے اسٹیشن ہمارے ساتھ آئے۔ 6:30 پر ہم جکارتہ پہنچے۔ وہاں ہمیں جناب سلارڈی صاحب لینے آئے ہوئے تھے ان کے ساتھ ہوٹل گئے۔

مورخہ 14-04-2017 کو ہم جکارتہ کی سب سے بڑی مسجد ''مسجد استقلال'' دیکھنے کے لئے روانہ ہو گئے۔ مسجد دیکھنے کے بعد ہم واپس اپنی مسجد آ گئے۔ جہاں ہم نے تمام احباب جماعت سے ملاقات کی۔

مسجد میں تقریب جاری تھی لیکن واپس پاکستان روانگی کا وقت آ گیا اور مسٹر وون صاحب (سیکرٹری) اور دیگر احباب کے ہمراہ میں ائیر پورٹ کی جانب روانہ ہو گیا۔

اس کے بعد حضرت امیر قوم نے خطبہ جمعہ دیا جس میں انہوں نے ''جماعت بندی'' پر زور دیا اور شام 5 بجے احباب جماعت سے مل کر سنگاپور کے لئے تشریف لے گئے۔

بحیثیت جنرل سیکرٹری احمدیہ انجمن لاہور میں ان تمام احباب و خواتین، بچوں، بچیوں، اساتذہ اور خصوصی طور پر انڈونیشیاء جماعت کے صدر جناب موسلے زائنل، سیکرٹری ایم علی ایرے اور لوکل جماعتوں کے صدور و سیکرٹری صاحبان اور دیگر احباب جن میں خاص طور پر مسٹر سلارڈی، مسٹر وون، مسٹر یاتمین، مسٹر اصغر علی، مسٹر ایرون اور مسٹر مطہر صاحب کا شکر گزار ہوں جن کے تعاون سے انڈونیشیاء کا دورہ کامیاب رہا۔

انگریزی سے ترجمہ: ہما خالد، ایم۔اے

برلین مسجد میں تبلیغی سرگرمیاں

رپورٹ ماہ مارچ 2017ء

از: عامر عزیز، ایم اے (امام برلین مسجد)

ہینرچ وان سٹیفن جیمین شافٹشول برلین کا مسجد میں آمد

7 مارچ مذکورہ بالا سکول کے طلباء نے اپنے فنون لطیفہ کے استاد کے ہمراہ مسجد کا دورہ کیا۔ طلباء نے مسجد کی تاریخ سے متعلق پریزنٹیشن سے استفادہ کیا۔ افہام و تفہیم کا ایک طویل سلسلہ جاری رہا۔ طلباء مسجد کے دورہ سے از حد لطف اندوز ہوئے۔ قرآن مجید کا جرمن زبان میں نسخہ اور برلین مسجد کی تاریخ کے متعلق کتابچہ سکول کی لائبریری کے لئے دیئے گئے جبکہ شریک طلباء میں کتابچے بھی تقسیم کئے گئے۔

OBAK کا دورہ برلین مسجد

8 مارچ آٹو بارٹنگ آربیٹس جیمین شافٹ کرشن باؤ سکول کے طلباء کا ایک وفد اپنے اسلامیات کے استاد کے ہمراہ برلین مسجد تشریف لایا۔ حسبِ معمول پریزنٹیشن کے بعد افہام و تفہیم کا مفید سلسلہ جاری رہا۔

قبول اسلام

10 مارچ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے مارچ کے مہینہ میں دو افراد دائرہ اسلام میں داخل ہوئے۔ بروز جمعہ جناب آرتھر ہارننگ نے کلمہ پڑھ کر اسلام قبول کیا۔ جبکہ 14 مارچ کو ہیمبرگ سے محترمہ شاتے نے اسلام قبول کیا۔ بعد ازاں امام صاحب نے مسجد ہی میں محترمہ کا نکاح بھی پڑھایا۔ بفضل باری تعالیٰ مئی 2016 سے اب تک برلن مسجد میں 8 خواتین اور مرد حضرات دائرہ اسلام میں داخل ہو چکے ہیں۔ ڈاکٹر زاہد عزیز کی جانب سے نومسلم خواتین و حضرات کو قرآن مجید کا جرمن زبان میں نسخہ پیش کیا گیا۔

خطبہ جمعہ

10 مارچ جمعہ کے خطبہ میں ایک یہودی خاتون میری نے بالخصوص شرکت کی۔ محترمہ اسلام اور احمدیت کی تاریخ کے متعلق جان کر بے حد متاثر ہوئیں۔ محترمہ سے مختصر ملاقات کے بعد انہیں قرآن پاک کا جرمن زبان میں نسخہ بھی پیش کیا گیا۔

ایوینجیلس ماتھیوس کرشن جیمینڈ کا دورہ برلن مسجد

16 مارچ مذکورہ بالا سکول کے طلباء نے برلین مسجد کا دورہ کیا۔ برلین مسجد کی تاریخ اور عمارت کے متعلق پریزینٹیشن اور افہام و تفہیم کا دورانیہ قریباً ڈیڑھ گھنٹہ جاری رہا۔ پُر جوش وفد کو اسلام کے متعلق کافی معلومات تھیں۔ طلباء کے لئے کتابچے اور لائبریری کے لئے قرآن مجید کا جرمن نسخہ پیش کیا گیا۔

اظہارِ یک جہتی

16 مارچ جرمنی میں مقیم تمام مسالک سے تعلق رکھنے والے آئمہ کرام اور مسلمانوں نے اُس مقام پر اکٹھا ہو کر باہمی یک جہتی کا مظاہرہ کیا جہاں گزشتہ برس ایک دہشت گرد نے 10 افراد کو ٹرک کے نیچے کچل کر ہلاک کر دیا تھا۔ امام مسجد برلین کو بھی بالخصوص مدعو کیا گیا تھا۔ شرکاء کی جانب سے مرحومین

کی یاد میں موم بتیاں جلائی گئیں اور باہمی اتفاق اور یگانگت کا اظہار کیا گیا۔

اردو مشاعرہ میں شرکت

18 مارچ تنظیم بزمِ ادب، برلین نے ایک مشاعرہ کا اہتمام کیا۔ امام مسجد برلین کو بھی نظم پڑھنے کے لئے مدعو کیا گیا۔ برلین میں موجود پاکستانی عوام سے ملاقات کا یہ ایک بہترین موقع تھا۔ برطانیہ، سویڈن اور جرمنی کے دوسرے شہروں سے بھی شعراء کرام نے شرکت کی۔ مقامی ریڈیو کی جانب سے پروگرام ریکارڈ اور نشر کیا گیا۔ پاکستانی سفارتخانہ کے ایک افسر پروگرام کے مہمانِ خصوصی تھے۔

HWPL کی جانب سے بین المذاہب پروگرام

23 مارچ کوریا کی بین الاقوامی تنظیم HWPL کی جانب سے "مذہب اور امن کے مابین مضبوط تعلق" کے موضوع پر ایک بین المذاہب بحث کا اہتمام کیا گیا۔ عیسائیت، بدھ مت اور اسلام کے نمائندگان نے اس اجلاس میں شرکت کی۔ جماعت احمدیہ لاہور کا موقف حاضرین نے سراہا۔

ہالینڈ میں تربیتی کورس

26 اور 27 مارچ جماعت احمدیہ لاہور، ہالینڈ کی جانب سے تربیتی کورس اور جلسہ کا انتظام کیا گیا۔ سٹچنگ احمدیہ انجمن، ہیگ کے جناب شبیر حسینی نے امام مسجد برلین کو چند مخصوص عنوانات پر ایک تربیتی کورس منعقد کرنے کی درخواست کی۔ چنانچہ 26 مارچ کو اس سلسلہ میں ایک پروگرام ترتیب دیا گیا جس میں 30 سے زائد خواتین اور مرد حضرات نے حصہ لیا۔ "مسیح اور مہدی موعود کا تصور" اور " جماعت احمدیہ کے دو گروہوں کے اختلافات" جیسے موضوعات پر تفصیل سے بحث کی گئی۔ آخر میں سوال و جواب کا سلسلہ بھی ہوا۔

27 مارچ دوسرے دن جلسہ کا انتظام بھی تھا۔ امام مسجد برلین کو تحریک احمدیہ کے چند اہم پہلوؤں پر روشنی ڈالنے کی دعوت دی گئی۔ محترم شبیر حسینی صاحب اور ممبران ہالینڈ جماعت کی قابل ستائش اور انتھک کاوشوں سے جلسہ کو کامیاب بنایا گیا۔ امید کی جاتی ہے کہ مستقبل میں بھی ایسے مزید پروگرام ترتیب دئے جائیں گے کہ جن سے احباب ہالینڈ جماعت زیادہ سے زیادہ استفادہ کر سکیں۔

فری یونیورسٹی برلین کے طلباء کا مسجد کا دورہ

27 مارچ جرمنی کی عالمی شہرت یافتہ فری یونیورسٹی برلین کے تاریخ اور تعمیرات آثار قدیمہ کے طلباء نے اپنے اساتذہ کے ہمراہ برلین مسجد کا دورہ کیا۔ طلباء کو ڈیڑھ گھنٹہ کی پریزینٹیشن کے علاوہ اسلام کے متعلق سوال و جواب کا موقع بھی دیا گیا۔ اساتذہ تحریک احمدیہ کی دفاع اسلام کے متعلق خدمات کی پریزینٹیشن سے انتہائی متاثر ہوئے۔ وفد دیر تک مسجد میں رہا اور پھر انہوں نے دوبارہ مسجد تشریف لانے کا وعدہ بھی کیا۔ تمام شرکاء کو کتابچوں کے علاوہ قرآن مجید کا جرمن زبان میں نسخہ اور مسجد کی تاریخ مرتبہ سید ناصر احمد صاحب، یونیورسٹی لائبریری کے لئے پیش کی گئیں۔

سماجی ہم آہنگی اور مذہبی رواداری سے متعلق شعبہ کے وفد کی آمد

ضلعی دفاتر سے انٹگریشن ڈیپارٹمنٹ نے اُن لوگوں کے لئے ایک معلوماتی پروگرام کا انتظام کروایا جو مستقل بنیادوں پر جرمنی میں رہائش پذیر ہونا چاہتے ہیں۔ مذکورہ بالا افراد کے لئے جرمن زبان پر عبور کو لازمی قرار دیا جاتا ہے جبکہ مذہبی تعلیم جاننے کے لئے انہیں بالخصوص برلین مسجد کا دورہ کرنے کی تلقین کی گئی۔

قادیانی جماعت کے ممبران نے اپنے وفد کے سربراہ کے ہمراہ برلین مسجد کا دورہ کیا۔ وفد کو مسجد کی تاریخ کے متعلق پریزینٹیشن دکھائی گئی۔ سوال و جواب کے دوران میں قادیانی ممبران نے دونوں جماعتوں کے عقائد اور خیالات کے موضوعات پر سوالات کئے جن کے محترم عامر عزیز صاحب امام مسجد برلین نے تسلی بخش جواب دئے۔ سربراہ وفد کو قرآن مجید کا جرمن نسخہ پیش کیا گیا۔

تقویٰ ہر ایک نیکی کی جڑ ہے

سلمان ملہی (زیر تربیت واعظ)

قرآن مجید اور احادیث میں بار بار ارشاد ہوتا ہے کہ تقویٰ اختیار کیا جائے۔ لغت میں تقویٰ کے معنی ڈرنے، بچنے اور چھوڑ دینے کے ہیں۔

قرآنی اصطلاح میں تقویٰ کا مفہوم یہ ہے کہ اللہ کی محبت میں نفسانی خواہشات پر عمل نہ کرنا، اللہ کے سامنے جواب دہی کا احساس کرتے ہوئے گناہوں سے اجتناب کرنا، پرہیزگاری اختیار کرنا، بُرے، بے ہودہ اور بے حیائی کے کاموں سے نفرت کرنا۔ اللہ کی خوشنودی کے لئے ہر وہ کام کرنا جس سے رب تعالیٰ راضی ہوتا ہے، تقویٰ میں شامل ہیں۔

تقویٰ انسانی زندگی کا شرف ہے۔ یہ قیمتی سرمایہ ہے جس کے ذریعے علم، روحانی ترقی، کامرانیاں اور قرب الٰہی کا حصول آسان ہو جاتا ہے۔ قرآن کریم کا بغور مطالعہ کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ تقویٰ کے ذریعے خیر و برکت، اجر و ثواب، نیک بختی اور سعادت مندی کا حصول آسان ہو جاتا ہے۔ ارشاد ربانی ہے کہ:

''متقی، باغوں اور چشموں میں رہیں گے۔'' (سورۃ الحجر آیت 45)

دراصل تقویٰ ایک ایسی سیڑھی ہے جس کے ذریعہ انسان اپنے معبود حقیقی کے قرب کو پالیتا ہے اور اپنی پیدائش کے مقصد کو حاصل کرنے میں کامیاب ہو جاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ قرآن کریم نے تقویٰ پر بہت زور دیا ہے اور خدا تعالیٰ کے ہاں متقی کو سب سے زیادہ معزز اور مکرم قرار دیا ہے۔ قرآن کریم میں ارشاد ہوتا ہے:

ترجمہ: ''تم میں سے اللہ کے نزدیک سب سے نیک وہ ہے جو سب سے زیادہ پرہیزگار ہے۔ اللہ جاننے والا خبردار ہے۔'' (الحجرات ۴۹:۱۳)

ساری زندگی کا دارو مدار تقویٰ پر ہے۔ تقویٰ اختیار کرنے سے انسان اللہ تعالیٰ کو ڈھال بنالیتا ہے۔ انسان ہر قسم کے خطرات، ہر قسم کے ظاہری و باطنی شر اور فساد اور نقصان سے بچنے کے لئے اللہ تعالیٰ کی پناہ میں آ جاتا ہے کیونکہ صرف اللہ ہی کی ذات ہے جو ہر قسم کے نقصانات سے بچا سکتی ہے اور وہی ہے جس کی امان میں آ کر انسان ہر قسم کی راحت اور سرور حاصل کر لیتا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

ترجمہ: ''اللہ اُن کے ساتھ ہے جو تقویٰ اختیار کرتے ہیں اور وہ جو احسان کرنے والے ہیں۔'' (النحل ۱۶:۱۲۸)

اس آیت کی تشریح میں حضرت مسیح موعودؑ فرماتے ہیں:

''جو متقی ہوتے ہیں ان کو اسی دنیا میں بشارتیں سچے خوابوں کے ذریعہ ملتی ہیں بلکہ اس سے بڑھ کر وہ صاحب مکاشفات ہو جاتے ہیں۔ مکالمۃ اللہ کا شرف حاصل کرتے ہیں۔ وہ بشریت کے لباس میں ہی ملائکہ کو دیکھ لیتے ہیں۔''

(ملفوظات جلد اول صفحہ ۱۵)

اسی موضوع پر حضرت مسیح موعودؑ مزید فرماتے ہیں:

''ہماری جماعت کو چاہیے کہ تقویٰ کی راہوں پر قدم ماریں اور اپنے دشمنوں کی ہلاکت سے بے جا خوش نہ ہوں۔ تورات میں بنی اسرائیل کے دشمنوں کے بارے میں لکھا ہے کہ ''میں نے ان کو اس لئے ہلاک کیا کہ وہ بد ہیں نہ اس لئے کہ تم نیک ہو۔ پس نیک بننے کی کوشش کرو۔ میرا ایک شعر ہے:

ہر اک نیکی کی جڑ یہ اتقا ہے
اگر یہ جڑ رہی سب کچھ رہا ہے

ہمارے مخالف جو ہیں وہ بھی متقی ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں مگر ہر چیز اپنی تاثیرات سے پہچانی جاتی ہیں۔ نرا زبانی دعویٰ ٹھیک نہیں۔ اگر یہ لوگ متقی ہیں تو پھر متقی ہونے کے جو نتائج ہیں وہ ان میں کیوں نہیں؟ نہ مکالمہ الٰہی سے مشرف ہیں، نہ عذاب سے حفاظت کا وعدہ ہے۔ تقویٰ ایک تریاق ہے جو اس کو استعمال کرتا ہے وہ تمام زہروں سے نجات پاتا ہے۔ مگر تقویٰ کامل ہونا چاہیے۔ کسی ایک شاخ پر عمل موجب ناز نہیں۔ پس تقویٰ وہی ہے جس کی نسبت اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

ترجمہ: ''اللہ اُن کے ساتھ ہے جو تقویٰ اختیار کرتے ہیں اور وہ جو احسان

کرنے والے ہیں۔'' (النحل:۱۲۸)

تقویٰ کی یہ علامت ہے کہ اس سے انسان خدا تعالیٰ کی حفاظت میں آ جاتا ہے۔ حضرت مسیح موعودؑ نے فرمایا:

''لوگ بہت سے مصائب میں گرفتار ہوتے ہیں لیکن متقی بچائے جاتے ہیں۔ بلکہ ان کے پاس جو آتا ہے وہ بھی بچایا جاتا ہے۔ مصائب کی کوئی حد نہیں۔ انسان کا اندر اس قدر مصائب سے بھرا ہوا ہے کہ اس کا کوئی اندازہ نہیں۔ امراض کو ہی دیکھ لیا جاوے کہ ہزار ہا مصائب کے پیدا کرنے کو کافی ہیں۔ لیکن جو تقویٰ کے قلعے میں ہوتا ہے وہ ان سے محفوظ ہے اور جو اس سے باہر ہے وہ ایک جنگل میں ہے جو درندہ جانوروں سے بھرا ہوا ہے۔''

تقویٰ سے انسان اللہ تعالیٰ کی کفالت میں چلا جاتا ہے جہاں اللہ تعالیٰ اس کا خود کفیل و ذمہ دار بن جاتا ہے۔ چنانچہ حضرت مسیح موعودؑ آیات قرآنیہ کے حوالے سے فرماتے ہیں:

ترجمہ: ''جو اللہ تعالیٰ اور پچھلے دن پر ایمان لاتا ہے اور جو اللہ تعالیٰ کا تقویٰ کرتا ہے وہ اس کے لئے (مشکلات سے) نکلنے کا رستہ بنا دیتا ہے۔'' (الطلاق ۲)

اور فرمایا: ترجمہ: ''اور جو اللہ (تعالیٰ) کا تقویٰ کرتا ہے وہ اس کے کام میں آسانی پیدا کر دیتا ہے۔'' (الطلاق:۴)

وہ متقی کو ایسی راہ سے رزق دیتا ہے جہاں سے رزق آنے کا خیال و گمان بھی نہیں ہوتا۔ یہ اللہ تعالیٰ کے وعدے ہیں۔ وعدوں کے سچا کرنے میں خدا سے بڑھ کر کون ہے۔ پس خدا پر ایمان لاؤ۔ خدا سے ڈرنے والے ضائع نہیں ہوتے۔ یجعل لہ مخرجا۔ یہ ایک وسیع بشارت ہے تم تقویٰ اختیار کرو خدا تمہارا کفیل ہوگا۔'' (ملفوظات جلد۲)

متقی کا ایک اہم وصف استقامت ہے۔ حضرت مسیح موعودؑ نے اس نکتہ پر یوں روشنی ڈالی ہے کہ:

''حقیقی متقی وہ شخص ہے کہ جس کی خواہ آبرو جائے، ہزار ذلت آتی ہو، جان جانے کا خطرہ ہو، فقر و فاقہ کی نوبت آتی ہو تو وہ محض اللہ تعالیٰ سے ڈر کر ان سب نقصانوں کو گوارا کرے لیکن حق کو ہرگز نہ چھپائے۔

تقویٰ کے بھی مراتب ہوتے ہیں اور جب تک یہ کامل نہ ہوں تب تک انسان پورا متقی نہیں ہوتا۔۔ جب تک انسان خدا تعالیٰ کو مقدم نہیں رکھتا اور ہر ایک لحاظ کو خواہ برادری کا ہو، خواہ قوم کا، خواہ دوستوں اور شہر کے رؤسا کا خدا تعالیٰ سے ڈر کر نہیں توڑتا اور خدا تعالیٰ کے لئے ہر ایک ذلت برداشت کرنے کو تیار نہیں ہوتا تب تک وہ متقی نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ کے خوف سے اور اس کو راضی کرنے کے لئے جو شخص ہر ایک بدی سے بچتا ہے اس کو متقی کہتے ہیں۔''

''متقی وہی ہیں کہ خدا تعالیٰ سے ڈر کر ایسی باتوں کو ترک کر دیتے ہیں جو منشاء الٰہی کے خلاف ہیں۔ نفس اور خواہشات نفسانی کو اور دنیا و مافیہا کو اللہ تعالیٰ کے مقابلہ میں ہیچ سمجھیں۔'' (ملفوظات جلد۱۰ صفحہ۱۳۷)

انسان کی بڑی سے بڑی خواہش دنیا میں یہی ہے کہ اس کو سکھ اور آرام ملے اور اس کے لئے اللہ تعالیٰ نے ایک ہی راہ مقرر کی ہے جو تقویٰ کی راہ کہلاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کو مکروہات زمانہ سے بچاتا اور ہر ایک مصیبت میں اس کے لئے نجات کا راستہ نکال دیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ متقی کو نابکار ضرورتوں کا محتاج نہیں کرتا۔ انہیں اس دنیا میں خدا ملتا ہے، نظر آتا ہے، اور ان سے باتیں کرتا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہمیشہ ان کے شامل حال ہوتا ہے۔ ان کو جو مصائب و تکالیف آتی ہیں وہ ان کی ترقی کا باعث بنتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے وہ نزدیک سے نزدیک تر ہوتے جاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ متقی کی دعاؤں کو شرف قبولیت بخشتا ہے۔ جیسے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

ترجمہ: ''(اس نے) کہا اللہ صرف متقیوں سے قبول کرتا ہے۔'' یعنی اللہ تعالیٰ کے حضور ان کی دعائیں قبولیت کے مرتبہ تک پہنچتی ہیں۔ پھر سب سے بڑی بات یہ ہے کہ یہ باتیں یہاں تک محدود نہیں رہتیں بلکہ ان کی عاقبت بھی سنواری جاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

ترجمہ: ''اور اچھا انجام متقیوں کے لئے ہے'' (الاعراف:۱۲۸)

حضرت مسیح موعودؑ نے تقویٰ کے مختلف پہلوؤں کو بڑی وضاحت سے بیان فرمایا ہے۔ مثلاً آپ فرماتے ہیں:

''تقویٰ کے دو درجے ہیں بدیوں سے بچنا اور نیکیوں میں سرگرم ہونا۔''

(ملفوظات جلد۶ صفحہ۲۵۱)

''تقویٰ اس کا نام نہیں کہ موٹی موٹی بدیوں سے پرہیز کرے بلکہ باریک در باریک بدیوں سے بچتا رہے۔'' (ملفوظات جلد ۸ صفحہ ۳۷۷)

''تقویٰ اس بات کا نام ہے کہ جب دیکھے کہ میں گناہ میں پڑتا ہوں تو دعا اور تدبیر سے کام لیوے۔'' (ملفوظات جلد ۶ صفحہ ۶۱۸)

اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ متقی کس طرح بنا جا سکتا ہے؟ اللہ تعالیٰ نے بے شمار ذرائع تقویٰ کے حصول کے بتائے ہیں۔ ان ذرائع میں سے ایک ذریعہ روزے رکھنا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

ترجمہ: ''اے لوگو جو ایمان لائے ہو تم پر روزوں کا رکھنا (اسی طرح) فرض کیا گیا ہے جس طرح ان لوگوں پر فرض کیا گیا تھا جو تم سے پہلے گزر چکے ہیں تا کہ تم (روحانی اور اخلاقی کمزوریوں سے) بچو۔'' (سورۃ البقرہ: ۱۸۴)

عبادات انسان میں تقویٰ کی روح کو پیدا کرتی ہیں اور اسے جلا بخشتی ہیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

ترجمہ: ''اے لوگو اپنے (اس) رب کی عبادت کرو جس نے تمہیں پیدا کیا اور انہیں جو تم سے پہلے تھے تا کہ تم تقویٰ اختیار کرو۔'' (سورۃ البقرہ: ۲۲)

تقویٰ کے حصول کے ذرائع میں یہ بھی ہے کہ حدود اللہ کا خیال رکھا جائے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

ترجمہ: ''یہ اللہ کی حدیں ہیں پس تم ان کے قریب مت جاؤ۔ اسی طرح اللہ اپنی باتیں لوگوں کے لئے کھول کر بیان کرتا ہے۔ تا کہ وہ تقویٰ کریں۔''

(سورۃ البقرہ: ۱۸۷)

سرور کائنات صلعم نے جو کہ خدائی احکامات کی عملی تصویر تھے، ایک دفعہ صحابہ کو اس امر کی طرف توجہ دلاتے ہوئے فرمایا:

''دیکھو حلال بھی ظاہر ہے اور حرام بھی لیکن ان دونوں کے درمیان کچھ مشتبہ امور ہیں جنہیں اکثر لوگ نہیں جانتے۔ پس جو شخص ان مشتبہ امور سے بھی بچا اس نے اپنے دین اور اپنی آبرو کو بچانے کے لئے بڑی احتیاط سے کام لیا۔''

تقویٰ کا حصول شعائر اللہ کی عظمت بجالانے سے بھی ہوتا ہے۔

ترجمہ: ''یہ (اسی طرح ہے) اور جو کوئی اللہ کے نشانوں کی تعظیم کرتا ہے تو یہ دلوں کے تقویٰ سے ہے۔'' (سورۃ الحج: ۳۲)

یہ آیت اس طرف اشارہ کر رہی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے احکامات پر چلنا، اس کے شعائر کی عظمت کو بجالانا اور اس کی مقرر کردہ عزت والی جگہوں کی تعظیم کرنا اور اس کے نشانات کی حرمت کو قائم رکھنا تقویٰ القلوب میں داخل ہے، یعنی متقی ہونے کے لئے اللہ تعالیٰ کے شعائر کی عزت و توقیر کرنا ضروری ہے۔

حضرت اقدس بانی سلسلہ احمدیہ نے ایک موقعہ پر احباب جماعت کو تلقین کرتے ہوئے فرمایا:''

تقویٰ کا مضمون باریک ہے۔ اس کو حاصل کرو، خدا کی عظمت دل میں بٹھاؤ۔ متقی ہونا مشکل ہے۔ جس کے اعمال میں کچھ بھی ریا کاری ہو خدا اس کے عمل کو واپس الٹا کر اس کے منہ پر مارتا ہے۔ جب تک واقعی طور پر انسان پر بہت سی موتیں نہ آجائیں وہ متقی نہیں بنتا۔'' (ملفوظات جلد ۶ صفحہ ۳۰۱، ۳۰۲)

پھر فرمایا: حضرت مسیح موعودؑ نے تقویٰ کو نیکیوں کی جڑ قرار دیا ہے۔

اور فرمایا ہے:

''یقیناً یاد رکھو کہ کوئی عمل خدا تک نہیں پہنچ سکتا جو تقویٰ سے خالی ہو۔ ہر ایک نیکی کی جڑ تقویٰ ہے جس عمل میں یہ جڑ ضائع نہیں ہوگی وہ عمل بھی ضائع نہیں ہوگا۔'' (کشتی نوح)

اسی طرح حضرت بانی سلسلہ احمدیہ نے فرمایا: ''نماز، روزہ، زکوٰۃ وغیرہ سب اسی وقت قبول ہوتے ہیں جب انسان متقی ہو۔''

(ملفوظات جلد ۴ صفحہ ۲۵۲)

آخر میں دعا ہے کہ اللہ ہمیں تقویٰ پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

☆☆☆☆

''خدا کتنا بڑا ہے؟''

حارثہ عزیز (طالبہ اے لیول)

(یہ مضمون تنظیم خواتین احمدیہ لاہور کے ماہانہ اجلاس میں پڑھا گیا)

آج کے اس دور میں انسان نے نت نئے علوم انتھک محنت اور تحقیق سے دریافت کیے اور جدید نظریات کے ذریعہ اپنی سوچ کو کائنات کی محدود حدوں کو پار کرتے ہوئے انگنت رازوں پر سے پردہ اٹھایا ہے۔ مگر جہاں انسان نے زندگی کے کئی سوالوں کے جوابات ڈھونڈے ہیں وہاں ایک سوال ایسا ہے جو شروع سے آج تک محض انسانی عقل اور غور و فکر سے حل نہ ہو سکا اور وہ ہے کہ:

''خدا کتنا بڑا ہے؟''

خدا کا تصور کئی لحاظ سے ایک ذاتی معاملہ ہے جس کا خاکہ اور ادراک ہر شخص اپنی رائے اور نقطہ نظر کے مطابق بناتا ہے اور اپنی زندگی میں اس کے ظہور کو محسوس کرتا ہے مگر مزید کچھ تحریر کرنے سے پہلے اس حساس موضوع کو چننے کی وجہ بیان کرتی چلوں۔

چند روز پہلے میں ایک ٹی وی پروگرام ''سرعام'' دیکھ رہی تھی جس میں اس شو کے میزبان ایک ''کچھوا بابا'' کے فریب اور دھوکے کو بے نقاب کر رہے تھے۔ قصہ کچھ یوں ہے کہ ایک گاؤں میں ایک شخص نے اپنے کچھوے کے بارے میں جھوٹی کرامات مشہور کی ہوئی تھیں۔ اس وجہ سے ہر روز لوگ اس کچھوے کے پاس اپنی منت اور مرادیں پوری کروانے کے لئے آتے اور اس کچھوے سے اپنی خواہشات پوری کرنے کا کہتے تھے۔ یہ سب دیکھنے کے بعد مجھے ان لوگوں کی بیوقوفی اور جہالت پر افسوس ہوا اور اس کے بعد ذہن میں یہ سوال بھی آیا کہ **کیا خدا اتنا چھوٹا ہے کہ اس کو اپنی اشرف المخلوقات کے دلوں کے حال جاننے کے لئے یا ان کی خواہشات پوری کرنے کے لئے پیروں، فقیروں، مردوں اور یہاں تک کے اب کچھوؤں کی ضرورت پڑتی ہے؟**

نہیں، ایسا نہیں ہے۔ ہم کیوں بھول جاتے ہیں کہ اللہ وہ ذات ہے جو ہر عیب، ہر کمزوری اور ہر قسم کی محتاجی سے پاک ہے۔ وہ خالق ہے اور انسان مخلوق ہے۔ وہ سب سے بڑا ہے اور ہم اس کا اندازہ نہیں کر سکتے اور نہ اس کی طاقت اور وسعت احاطہ کر سکتے ہیں۔ مگر آخر خدا ہے کتنا بڑا؟ کیونکہ انسان خود مادہ ہے اس لئے اپنے اردگرد ہر چیز کا مادی وجود تلاش کرتا ہے۔ مگر حقیقت ہے کہ خدا ان سب اندازوں، نظریات اور قیافوں سے بالاتر ہے اور یہی فرق اس کو خالق اور ہمیں مخلوق بناتا ہے۔ خیر اپنے اس سوال کے جواب کی تلاش میں میں نے کئی لوگوں سے پوچھا کہ ''خدا کتنا بڑا ہے؟'' تقریباً ہر شخص نے یہی جواب دیا کہ **''خدا لامحدود ہے، اس کا نہ شروع ہے نہ آخر۔ جس نے یہ وسیع و عریض کائنات بنائی ہے وہ خود کتنا بڑا ہوگا''**

کائنات کی وسعت

اللہ کی ذات کی وسعت کے ساتھ اب ایک اور سوال یہ ہے کہ آخر یہ کائنات جو اللہ نے تخلیق کی ہے اس کی وسعت کو کیسے معلوم کیا جا سکے؟ تو اس کے جواب کے لئے میں نے خود تھوڑی سی تحقیق کی۔ یقیناً سب کو معلوم ہے کہ ہماری زمین بھی ایک سیارہ ہے اور ہماری ایک کہکشاں یعنی ملکی وے بھی ہے۔ اور صرف اس ایک کہکشاں میں 4 کروڑ سے بھی زائد سیارے ہیں اور یہ کہکشاں اس قدر وسیع ہے کہ اس کو پار کرنے کے لئے 1 لاکھ سال لگ جائیں گے۔ مگر بات یہی نہیں ختم ہوتی۔ جیسے سیارے مل کر کہکشاں بناتے ہیں ویسے ہی کہکشاں مل کر ایک کلسٹر بناتی ہیں اور جس کلسٹر میں ہم رہتے ہیں اس میں 1500 سے زائد کہکشائیں ہیں۔ اور یہی نہیں یہ کلسٹر بھی آپس میں مل کر سوپر کلسٹر بناتے ہیں۔ اور ایک سوپر کلسٹر میں 47,000 سے زائد کہکشائیں موجود ہیں۔ اور اس کائنات میں ایسے 1 کروڑ سے زائد سوپر کلسٹرز موجود ہیں۔ مگر جو سب سے حیران کن بات ہے وہ یہ کہ یہ سب پوری کائنات کا صرف 4% حصہ ہیں جس کو سائنس دانوں نے دریافت کیا ہے اور باقی 96% حصہ کا ابھی کچھ علم نہیں۔ اس ابتدائی معلومات کو جاننے کے بعد جب انسان کو خدا کی تخلیق کی وسعت کا کچھ اندازہ ہوتا ہے تو پھر (بقیہ صفحہ نمبر 15)

تراشے اور تبصرے

ماخوذ از ماہنامہ ''اشراق'' ماہ اپریل 2017ء ص36

''مسلمانوں کی تکفیر''

حضرت ثابت بن ضحاکؓ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جس نے کسی مسلمان یا کسی بندہ مومن پر کفر کی تہمت لگائی تو یہ اس طرح ہے جیسے اس نے اس کو قتل کر دیا اور جس نے اُس پر لعنت کی تو اس نے بھی گویا اُسے قتل کر دیا۔''

ا۔ مطلب یہ ہے کہ مسلمان کی تکفیر امر مباح نہیں ہے کہ جس کا جی چاہے اس پر یہ تہمت لگا دے۔ بلکہ ایسی سنگین بات ہے کہ گویا اُس کو قتل کر دیا گیا۔ یہ تشبیہہ اس لحاظ سے ہے کہ مسلمانوں کے معاشرے میں کسی کو کافر یا ملعون قرار دینا درحقیقت اس کی حیثیت عرفی کو ختم کر دینا ہے۔ دوسرے لفظوں میں یہ گویا اس کی شخصیت کا قتل ہے۔ مسلمانوں کی تاریخ میں جن لوگوں کے ساتھ یہ معاملہ کیا گیا، اُن کے حالات سے اس کا کچھ اندازہ کیا جا سکتا ہے۔ چنانچہ کوئی شخص اگر اپنے آپ کو مسلمان کہتا اور اپنے مسلمان ہونے پر اصرار کرتا ہے تو کسی کو حق نہیں ہے کہ اس کو کافر کہے یا قیامت میں خدا کی رحمت سے محروم قرار دے۔ دنیا میں ہر شخص اپنے اقرار ہی کی بنا پر مسلم، غیر مسلم یا کافر سمجھا جائے گا۔ اللہ تعالیٰ نے یہ حق کسی دوسرے کو نہیں دیا ہے، نہ کسی فرد کو، نہ دین کے کسی عالم کو اور نہ کسی ریاست کو کہ وہ اس کو کافر یا غیر مسلم قرار دے۔ اس باب کے تمام معاملات میں آخری اور فیصلہ کن چیز اس کا اپنا اقرار ہے۔ لہذا کسی کو بھی اس پر کوئی حکم لگانے کی جسارت نہیں کرنی چاہیے۔

۲۔ یعنی اس کو خدا کی رحمت سے محروم قرار دیا۔ عربی زبان میں ''لعنت'' کا لفظ اسی مفہوم میں استعمال ہوتا ہے۔

حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے مروی ہے۔ انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا: جس شخص نے بھی اپنے (مسلمان) بھائی کو کہا: اے کافر، تو دونوں میں سے ایک یہ ہو کر رہے گا۔ اگر اس کا وہ بھائی اس کا مصداق ہوا جس کو اس نے کافر قرار دیا تو وہی اور اگر نہ ہوا تو کہنے والے کی یہ بات خود اُسی پر لوٹ جائے گی۔

ا۔ یہ تکفیر کی اجازت نہیں بلکہ اس پر سخت ترین تنبیہہ ہے۔ کوئی خدا ترس آدمی اسے اجازت پر محمول کرنے کی جسارت نہیں کر سکتا۔ مدعا یہ ہے کہ کوئی شخص اپنے آپ کو اس خطرے میں نہ ڈالے کہ کسی مسلمان کو کافر کہہ کر قیامت کے دن اُسی طرح کے مواخذے سے دوچار ہو جائے جس سے خدا اور اس کے رسولوں کے منکرین دوچار ہوں گے۔ اس لئے کہ اس سے بچنے کی ایک ہی صورت پھر اس کے لئے باقی رہ جائے گی کہ قیامت کی عدالت بھی اس کے اس فتوے کی تصدیق کر دے۔ شریعت میں اس کی مثال قذف کی سزا ہے جو قریب قریب اتنی ہی ہے جو زنا کے لئے مقرر کی گئی ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے تکفیر سے متعلق یہ تنبیہہ غالباً اسی پر قیاس کر کے فرمائی ہے۔

حضرت ابوذرؓ سے روایت ہے کہ انہوں نے نبی صلعم کو سنا کہ آپؐ نے فرمایا: جو شخص بھی کسی دوسرے پر فسق یا کفر کی تہمت لگائے گا، اگر وہ ایسا نہیں ہوا تو اس کی یہ تہمت اسی پر لوٹ جائے گی۔

یعنی خدا کی صریح نافرمانی اور کسی بڑے گناہ کے ارتکاب کی تہمت۔''

ترجمہ وتفسیر قرآن ''بیان القرآن''

ازمولوی محمد علی ایم۔اے

علم تفسیر اور اُس کا اِرتقاء۔۲ (نویں صدی ہجری تا 1421 صدی ہجری) برائے ایم اے علوم اسلامیہ (تخصص فی القرآن والتفسیر)، تالیف وترتیب: ڈاکٹر عبدالحمید خان عباسی، ناشر شعبہ قرآن وتفسیر، کلیہ عربی وعلوم اسلامیہ، علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی، اسلام آباد

سن اشاعت 2016ء۔ص ص 442-443)

''مولوی محمد علی ایم۔اے (م ۱۳۷۱ھ = ۱۹۵۱ء) ان شخصیات میں سے ہیں جنہوں نے انگریزی اور مغربی تعلیم بدرجہ عالی پائی ہے۔ انہوں نے قرآن کا انگریزی میں بھی ترجمہ کیا ہے، جو ادبی حلقوں میں مقبول ہے۔ ان کا اُردو ترجمہ اور تفسیر ''بیان القرآن'' تین جلدوں میں ہے۔ اس کا طول ساڑھے دس انچ اور عرض سات انچ ہے۔ کاغذ بہت عمدہ ہے۔

تمام جلدوں کی چھپائی بہت صاف، عمدہ اور واضح ہے۔ کتابت خوبصورت ہے۔ متن قرآن دیدہ زیب طبع ہے اور تحت السطور اُردو ترجمہ ہے۔ نیچے حاشیہ پر تفسیر ہے۔ ترجمہ سلیس ہوتے ہوئے ادبی متانت لئے ہوئے ہے۔ لسانی حیثیت سے فصاحت اور شستگی ہے۔ معنوی لحاظ سے کئی لوگوں کو ان کے عقائد اور خیالات کی وجہ سے ان کے ترجمے اور تفسیر پر اعتراض ہے۔ دراصل مولانا قادیانی (لاہوری) جماعت کے امیر تھے۔ ان کا ترجمہ غلط عقائد کی ترجمانی سے تقریباً خالی ہے۔ انہوں نے بہت محتاط ہوکر ترجمہ کیا ہے۔ نص قرآن اور ترتیب الفاظ کا خیال رکھنے کے باوجود ترجمہ میں روانی اور تسلسل قائم ہے۔ ترجمہ کا نمونہ درج ہے:

(اور جو کوئی چیز تم کو دی گئی ہے تو وہ دنیا کی زندگی کا سامان اور اس کی زینت ہے، اور جو اللہ کے پاس ہے وہ بہتر اور باقی رہنے والا ہے۔ تو کیا تم عقل سے کام نہیں لیتے)؟ (القصص ۲۸:۶۰)

(دنیا کی زندگی صرف کھیل اور بے حقیقت چیز ہے اور اگر تم ایمان لاؤ اور تقویٰ اختیار کرو، وہ تمہارے اجر تمہیں دے گا اور تمہارے مال تم سے نہیں مانگے گا)۔ (محمد ۴۷:۳۶)

مولانا محمد علی نے ہر جلد کے شروع میں فہرست مضامین ''بیانِ القرآن'' دی ہے۔ ان کے ترجمے کا طریقہ یہ ہے کہ سورت کا نام لکھنے کے بعد خلاصہ مضمون لکھتے ہیں۔ اس کے بعد اس کا تعلق کن سورتوں اور آیتوں سے ہے اس کی توضیح فرماتے ہیں۔ تاریخ نزول اور ترتیب نزول آیات پر بحث کرتے ہیں۔ تعلق اور ترتیب کے بارے میں تین قسم کے ربط اور تعلق پر زیادہ زور دیتے ہیں:

الف۔ آیت کا باہمی تعلق

ب۔ ہر سورت کے رکوعوں کا باہمی تعلق

ج۔ مختلف سورتوں کا باہمی تعلق

اس کے علاوہ ہر رکوع کا خلاصہ اس کے آخر میں دے دیا گیا ہے۔ سورتوں کے نام میں جو حکمت ہے اس کی بھی مترجم نے تشریح کی ہے۔

☆☆☆☆

مدثر عزیز (مدیر) پیغام صلح انٹرنیشنل نے دفتر 8-7 برنیئر سٹریٹ 10713 برلن (جرمنی) سے شائع کیا

دِل آخر خدا سے لگانا پڑے گا

از: مرتضٰی خان حسن مرحوم ومغفور

کھلیں گے جب اعمال کے میرے دفتر
ندامت سے سَر کو جھکانا پڑے گا

نہ اس میں مجھے چین آئے گا اکدام
اسے منّتوں سے منانا پڑے گا

اگر جان بھی جائے پرواہ نہیں ہے
وہاں نامہ بر تجھ کو جانا پڑے گا

نہ اِک جام سے ہوگی تسکین ساقی
تجھے خُم کا خُم ہی لنڈھانا پڑے گا

بڑی دیر سے دل کی بستی ہے ویراں
یہ اُجڑا دیار اب بسانا پڑے گا

بُتوں کی خدائی میں رکھا ہی کیا ہے
دل آخر خدا سے لگانا پڑے گا

ازل سے ہی آئین ہستی یہی ہے
جو آیا یہاں اُس کو جانا پڑے گا

مسلّم ہے میری وفا یا عدو کی؟
یہ قصّہ مجھے اب چُکانا پڑے گا

اگر قابلِ دار ہوں میں تو جاناں!
میرا جُرم تم کو بتانا پڑے گا

☆☆☆☆